وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القرآن)

اورہم نے قرآن کوسمجھنے کے لیے آسان کردیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے!

جلد 12	شمارہ 02	جمادی الاوّل 1439ھ	فروری 2018ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین و گرافکس: ثاقب نذر

قانونی مشاورت:

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِ تعاون بیس ہزار روپے یکمشت

سالانہ زر تعاون: اندرونِ ملک 500 روپے، قیمت فی شمارہ 50 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْکَلِمَةُ الْحِکْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ النصر	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		4
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	5
4	پاک امریکہ تعلقات: ایک فیصلہ کن موڑ پر	جنرل مرزا اسلم بیگ	7
5	سیاسی زعماء اور جمہوریت کا کھلواڑ	محمد فہیم	11
6	موسیقی و مصوری کو نصاب کا حصہ بنانے کا فیصلہ	عبدالرشید ارشد	19
7	کینسر انڈسٹری	ملکہ نازلی	27
8	کرپشن کنگز، بدمعاش اشرافیہ......	محمد منظور انور	36
9	سیلفی کے نقصانات	بنت ضیاء الرحمٰن	42
10	روئیداد، اردو تحریک عالمی کی محافل شعر و ادب	محمد فیاض عادل فاروقی	49
11	اہل علم کے تاثرات		54

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ النصر آیات 3، رکوع 1

اس سورۂ مبارکہ میں جناب رسول اکرم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ جب اللہ کی مدد آ گئی اور اسلام کو فتح حاصل ہوگئی تو آپ دیکھیں گے کہ لوگ فوج درفوج دین اسلام میں داخل ہونے لگے ہیں تو آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید میں لگ جائیں اور اس سے مغفرت طلب کریں۔ (گویا یہ اس بات کی علامت ہے کہ آپ ﷺ کو جس کام کے لیے بھیجا گیا تھا وہ اب پورا ہوگیا ہے)۔

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ O

جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور فتح (حاصل ہوگئی)

وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا O

اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ غول کے غول اللہ کے دین میں داخل ہورہے ہیں

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا O

تو آپ ﷺ اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو

بے شک وہ معاف کرنے والا ہے

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

أُوْصِیْكَ بِتَقْوَی اللّٰهِ تَعَالٰی فَاِنَّهٗ رَأسُ كُلِّ شَیْءٍ وَعَلَیْكَ بِالْجِهَادِ فَاِنَّهٗ رَهْبَانِیَّةُ الْاِسْلَامِ وَعَلَیْكَ بِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ فَاِنَّهٗ رَوْحُكَ فِی السَّمَاءِ وَ ذِكْرُكَ فِی الْأَرْضِ

(مسند احمد، عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ)

میں تم کو اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ تمام چیزوں کی بنیاد ہے اور تمہیں جہاد ضرور کرنا چاہیے کیونکہ یہ اسلام کی رہبانیت ہے اور تم اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت کو لازم پکڑلو کیونکہ یہ آسمان میں تمہارے لیے راحت ہے اور زمین میں تمہارے لیے اچھے تذکرے کا ذریعہ ہے۔

حرفِ آرزو

انجینئر مختار فاروقی

ملک پاکستان میں پھیلی منفرد قسم کی بدنظمی اور بدحالی کے حالات کے لیے شاید اُردو لغت میں موجود کسی ایک لفظ یا 'اصطلاح' سے صورت حال کی صحیح عکاسی نہ ہوسکے۔ معاشی بدحالی اور لوٹ کھسوٹ (CORRUPTION) کی انتہا کہ اربوں میں ہندسے چلے جاتے ہیں (اُردو میں 'بد' کا سابقہ کسی چیز کے اخلاقاً اور شرعاً یا عرفاً بُرے اور ناپسندیدہ ہونے کے لیے آتا ہے جیسے خوش حالی کے بالمقابل بدحالی، خوش قسمتی کے بالمقابل بدقسمتی، نیک چلن کے بالمقابل بدچلن۔ اسی طرح کسی کے کردار میں معاشی بُرائی کو واضح کرنے کے لیے 'بدمعاش' کا لفظ ہوگا)۔ موجودہ معاشی بے راہ روی کے لیے ہمارے ہاں 'بدمعاش' کی اصطلاح عوامی اُردو میں بولی جاتی ہے۔ آج اگر CORRUPT حکمرانوں اور اشرافیہ کو 'بدمعاش طبقہ' کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔

ہمارے پاس حالات کے 'مشاہدہ و تذکرہ' کے بعد 'نہی عن المنکر باللسان' کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یعنی فرمانِ رسالت مآب ﷺ کے مطابق 'طاقت کے ذریعے برائی کے خاتمے کے مواقع نہ ہوں تو برائی کے خلاف زبان ہی کھولی جائے'۔ اس سے بھی کم درجہ 'دل میں بُرا جاننا ہے' اور اس سے نیچے فرمانِ رسالت کے مطابق ایمان کا کوئی کم ترین درجہ بھی نہیں ہے۔

ہمارے ملک میں 'عدلیہ' امن پسند شہریوں کے لیے اُمیدوں کا مرکز ہوسکتی ہے مگر وہ بھی بے بس نظر آتی ہے۔ لوگ فوج سے توقعات لگا سکتے ہیں مگر کرپشن اس قدر ہے کہ اس بار

شاید فوج بھی اس کرپشن کے سمندر کو پوری طرح صاف نہ کر سکے۔

ہم ان سطور میں کسی قسم کی مایوسی اور وطن عزیز کے مستقبل کے بارے میں کوئی 'نا اُمیدی' نہیں پھیلانا چاہتے اور الحمدللہ نہ اس نا اُمیدی کے مرض میں مبتلا ہیں۔ ہمارے سامنے تو قرآن وحدیث کے فرامین ہیں کہ اسلام دوبارہ مقتدر قوت بنے گا اور نہ صرف پاکستان بلکہ تمام روئے ارضی کا واحد دین بنے گا اور روئے ارضی پر امن وامان ہوگا، عدل وانصاف ہوگا، جرائم کا خاتمہ ہوگا، کفالت عامّہ کا نظام ہوگا کوئی محتاج نہیں ہوگا۔ بقول مفکرِ پاکستان علامہ اقبال

کس نہ باشد در جہاں محتاج کس
نکتۂ شرعِ مبیں ایں است و بس

(دنیا میں کوئی انسان کسی کا محتاج نہ رہے شرعِ مبین کا خلاصہ اور نکتہ صرف یہی بات ہے)

اس دَورِ مسعود کی شروعات علامہ اقبال کے شکوہ، جوابِ شکوہ، طلوعِ اسلام جیسے کلام کی اشاعت سے ہی ہو چکی ہیں اور اب ایک صدی بعد معاملہ عملی سطح پر متشکل ہونے جا رہا ہے اور یہ 'خواب' اب شرمندۂ تعبیر ہونے کے اگلے مراحل میں داخل ہو رہا ہے۔ بقول مفکرِ پاکستان علامہ اقبال

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری — مرے درویش! خلافت ہے جہاں گیر تری
ماسوی اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری — تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح وقلم تیرے ہیں

خوف اور پریشانی کی بات یہ ہے کہ قوم کے عوام اور قوم کا اشرافیہ متضاد سوچ کے حامل' ہیں اور منزل سامنے ہے اور خطرہ ہے کہ دشمن کہیں ملک میں خانہ جنگی کے حالات نہ پیدا کر دے۔

اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنۡ ذَالِکَ

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجعَلُکَ فِیۡ نُحُوۡرِھِمۡ وَ نَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ شُرُوۡرِھِمۡ

(اے اللہ! ہم تجھ کو ان کے مقابلے میں کرتے ہیں اور ہم ان کے شرور سے تیری پناہ میں آتے ہیں)

پاک امریکہ تعلقات: ایک فیصلہ کن موڑ پر

جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

1950ء سے لے کر اب تک پاکستان امریکہ کا قابل اعتماد اتحادی رہا ہے اور یہ تعلقات ساٹھ (60) برسوں پر محیط ہیں۔ اس عرصے میں پاکستان نے چار مرتبہ نظام کی تبدیلی کے کٹھن مراحل طے کیے اور پھر مشرف نے افغانستان کے خلاف جنگ میں امریکہ کا ساتھ دینے کا غیر اخلاقی فیصلہ کر کے پاکستانی قوم کو شرمسار کیا اور دکھوں کا سامان مہیا کیا۔ 2001ء سے 2008ء کے عرصے میں پاکستان نے اپنی قومی سلامتی کے مفادات کا انتہائی سستے داموں یعنی صرف 33 بلین امریکی ڈالروں کے عوض سودا کیا (بقول صدر ٹرمپ) جبکہ پاکستان کو 120 بلین امریکی ڈالر سے زیادہ کا نقصان اُٹھانا پڑا اور پچاس ہزار شہریوں اور چھ ہزار فوجیوں کی قیمتی زندگیوں کی قربانی دینا پڑی ہے۔ اس کے باوجود ٹرمپ کا کہنا ہے کہ ''پاکستان نے امریکہ کو دھوکے اور جھوٹ کے علاوہ کچھ نہیں دیا۔'' دراصل ٹرمپ کی یہ ہرزہ سرائی ایک زوال پذیر سپر پاور کی پست ذہنیت کی علامت ہے جو شکست، ہزیمت اور شرمندگی کی عکاسی کرتی ہے۔

1989ء میں جب افغان حریت پسندوں کے ہاتھوں سویت یونین کو شکست اُٹھانا پڑی تو اس موقع کو امریکہ نے اپنے مفادات کو عالمی سطح پر پھیلانے کے لیے غنیمت سمجھا۔ انہیں یقین کی حد تک یہ احساس تھا کہ روس کو اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کئی دہائیاں لگیں گی جبکہ چین بھی کوئی قابل ذکر مقام حاصل کرنے سے قاصر ہوگا۔ لہٰذا امریکہ نے

مسلم ممالک کو دشمن سمجھتے ہوئے ان کے خلاف کروسیڈ شروع کر دیا، خصوصاً اسلامی حکومتوں، سیاسی اسلامی ممالک اور پاکستان جیسے معتدل مسلم ممالک کو نشانہ بنانے کا فیصلہ کیا اور شام، عراق، صومالیہ، لیبیا، یمن اور افغانستان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور بیس لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو بے دریغ شہید کر دیا۔ امریکہ نے جنگ جیتے ہوئے افغانوں کے ساتھ دھوکہ کرتے ہوئے خانہ جنگی شروع کرائی اور نائن الیون کے سانحہ کو بہانہ بنا کر افغانستان پر لشکر کشی کر دی لیکن طالبان کے ہاتھوں شرمناک شکست کھانے کے باوجود وہاں سے نکلنے پر آمادہ نہیں ہیں، اس لئے کہ وہ افغانستان کو اپنی کالونی سمجھتے ہیں۔

گذشتہ دو عشروں کے درمیان حالات نے پلٹا کھایا ہے جو امریکہ کے مفادات کے خلاف ہیں۔ ان کے مقابل صدر پیوٹن کے 'فلسفہ تصادم' کے تحت جارجیا، یوکرائن اور شام میں روس کی سفارتی اور عسکری کامیابیوں نے روس کو دوبارہ عالمی سیاست کے مرکزی مقام پر لا کھڑا کیا ہے اور اب وہ امریکہ کے مدمقابل ہے جس کے سبب امریکہ دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور ہے۔ روس نے افغانستان اور پاکستان میں بھی خاصا اثر ورسوخ حاصل کر لیا ہے جبکہ چین نے اپنی اقتصادی تعاون پر مبنی امن وترقی کی پالیسی پر گامزن رہتے ہوئے دنیا بھر میں عزت ووقار کا مقام پالیا ہے اور اب وہ دنیا کی دوسری بڑی معیشت ہے۔ چین کی اس روز افزوں ترقی نے امریکہ کو خوف میں مبتلا کر دیا ہے جس کے خلاف اس نے انڈو۔ پیسیفک مرکز (INDO-PECIFIC PIVOT) قائم کیا ہے جس میں بھارت کو اہم کردار دیا گیا ہے۔

1979ء کے ایرانی انقلاب کے بعد امریکہ نے ایران کو علاقائی امن کے لیے خطرے کے طور پر بدنام کرنے کی مہم شروع کر رکھی ہے اور قدم قدم پر اقتصادی پابندیاں لگا کر ایران کے لیے مشکلات پیدا کی ہیں لیکن ایران نے ان تمام چیلنجز کا قومی حمیت اور حوصلے سے مقابلہ کیا ہے اور شام، عراق اور یمن کی عسکری مہموں میں شامل رہ کر ان علاقوں میں غیر معمولی اثر ورسوخ حاصل کر لیا ہے جو امریکہ اور سعودی عرب دونوں کے لیے تکلیف دہ ہے۔ ان اقدامات نے بلاشبہ ایران کی اقتصادیات اور قومی ترقی کے منصوبوں پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ بے روزگاری کی شرح میں اضافہ ہوا ہے اور اسی طرح روزمرہ استعمال کی چیزوں کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہوا ہے جو

حالیہ احتجاج اور بدامنی کی بڑی وجوہات ہیں جنہیں امریکہ اور ایران مخالف لابی کی حمایت حاصل ہے۔ درحقیقت اس سازش کا مقصد ایران میں نظام کی تبدیلی ہے۔ اسی طرح کی کارروائی چند سال قبل ترکی میں بھی کی گئی تھی لیکن ناکام ہوئی تھی اور بعینہٖ گذشتہ چار سالوں سے پاکستان میں بھی اسی طرح کا سیاسی احتجاج جاری ہے جو نظام کی تبدیلی چاہتا ہے اور ٹیکنو کریٹ کی حکومت کا حامی ہے تاکہ پاکستان میں بھی بنگلہ دیش کی طرح کا لبرل نظام لایا جا سکے، لیکن یہ احتجاج ایران کے لیے کسی قسم کی پریشانی کا سبب نہیں ہے کیونکہ ایرانی حکومت اس سے نمٹنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ ایرانی حکومت نے ابھی تک اسلامی پاسداران انقلاب (IRGC) کو سول حکومت کی مدد کے لیے نہیں بلایا ہے۔ اسلامی پاسداران انقلاب (IRGC) کے ماتحت القدس اور بسیج فورس (BASIJ FORCE) کی تعداد دس ملین سے زیادہ ہے جو اس قسم کے احتجاج سے نمٹنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ انہیں عراق کے ساتھ آٹھ سالہ طویل جنگ اور شام و یمن میں جاری جنگوں کا عملی تجربہ حاصل ہے جو ان کے قابل ذکر طاقت ہونے کا مظہر ہے۔

اپنی بہترین صلاحیتیں بروئے کار لانے کے باوجود امریکی فوجوں کے قدموں کے نیچے سے افغانستان کی سرزمین نکلتی جا رہی ہے۔ گذشتہ سال کے دوران طالبان نے 2500 سے زیادہ بڑی اور چھوٹی فوجی کارروائیاں کر کے انہیں بھاری جانی و مالی نقصان پہنچایا ہے۔ طالبان کو اب افغانستان کے ستر فیصد علاقوں پر کنٹرول حاصل ہے جہاں اسلامی قوانین نافذ ہیں۔ اس طرح امریکہ کو تمام محاذوں پر شکست کا سامنا ہے، چاہے وہ روس ہو، چین ہو، ایران ہو یا افغانستان کا محاذ جنگ ہو، ہر طرف سے ناامید ہو کر امریکہ اب پاکستان پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ اسے افغانستان کی اس مشکل صورت حال سے نکالے لیکن ایسا کرنا اب پاکستان کے بس میں نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بات باعث افسوس ہے کہ امریکی فوج ایک عظیم قوت ہونے کے باوجود قومی دفاع کی مکمل صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔ امریکی تجزیہ نگار HARLAM ULLMAN کے بقول امریکی فوج 700 بلین ڈالر کا سالانہ بجٹ خرچ کر کے بھی قومی دفاع میں ناکام ہے اور پاکستانی فوج کی طرف دیکھ رہی ہے کہ وہ اسے اس دلدل سے نکالے جس کا بجٹ صرف 7 بلین ڈالر ہے لیکن دنیا کی بہترین فوج تسلیم کی جاتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ افغانستان کی دلدل سے نکلنے کا فیصلہ اور

اختیار خود امریکہ کے پاس ہے۔ فیصلہ اب امریکہ نے کرنا ہے کہ کتنی جلدی وہ طالبان کے مطالبات تسلیم کر کے اس دلدل سے نکل سکے۔ طالبان کی شرط ہے کہ امن مذاکرات سے پہلے امریکہ افغانستان سے نکل جائے۔ اس کے بعد ہی پاکستانی فوج بھی امریکیوں کو وہاں سے نکالنے میں مدد دینے کے لیے تیار ہوگی۔ امریکیوں کو اب اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا ہوگا کہ طالبان دہشت گرد نہیں ہیں بلکہ حریت پسند ہیں جنہوں نے گذشتہ سینتیس (37) سالوں میں دنیا کی بڑی سے بڑی عسکری قوتوں کو شکست دی ہے اور بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ وہ ناقابل تسخیر اور پرعزم ہیں اور اب انہیں نہ تو دھوکے میں رکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی شکست دی جاسکتی ہے۔

یہ ہیں وہ حالات جن کا صدر ٹرمپ کو سامنا ہے۔ وہ شرمندگی اور بے چارگی کی عبرت ناک شکل ہیں اور ان کی کیفیت ایک نوآموز باکسر جیسی ہے جو کھیل کے تمام اُصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غلط جگہ (BELOW THE BELT) حملہ کرسکتا ہے۔ پاکستان کو محتاط رہنا ہوگا کیونکہ صدر ٹرمپ کے بقول پاکستان نے امریکیوں کو بیوقوف سمجھتے ہوئے سوائے جھوٹ اور دھوکے کے کچھ نہیں دیا۔ جبکہ وہ خود حد درجہ بے وقوف ہیں۔ اب تک پاکستان کا ردّعمل سفارتی اعتبار سے درست ہے۔ ہماری مسلح افواج اور حکومت کو حالات کی سنگینی سے نمٹنے کے لیے اپنے آپ کو اعتماد کے ساتھ تیار رکھنا ہوگا اور یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب کہ ہمارے سیاسی قائدین الزام تراشی کی سیاست کو ختم کرتے ہوئے ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے کے عمل کو ختم کر دیں اور درپیش چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے متحد ہو جائیں۔ پچاس سالہ ماضی کی غلطیوں کا ازالہ کرنے اور اتحادیوں کا انتخاب کرنے کے لئے ہمارے پاس یہ تاریخی موقع ہے اور اپنی قومی سلامتی کے پیش نظر ماضی میں اختیار کیے جانے والے غلط راستوں کو درست کیا جاسکتا ہے۔ صدر ٹرمپ کی ہرزہ سرائی اور دھمکیوں سے نمٹنے کے لیے ہمیں اپنے دفاع میں تذویراتی گہرائی پیدا کرنا اَز بس لازم ہے۔ اس مقصد کے لیے ہمیں پاکستان، ایران، افغانستان اور ترکی کا اتحاد بنانے کی ضرورت ہے جس کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی چین اور روس کو ہماری معاونت کے لیے متعین کر دیا ہے۔ سبحان اللہ

سیاسی زعماء اور جمہوریت کا کھلواڑ

محمّد فہیم
تیمر گرہ ضلع دیر (لوئیر)

مملکت خداداد پاکستان کی جو صورت حال فی الوقت ہے وہ ہر صاحب فکر اور محبّ وطن پاکستانی کے لئے نہ صرف یہ کہ باعث تشویش ہے بلکہ نہایت تکلیف دہ بھی ہے۔ وہ ملک جو حضرت علامہ اقبالؒ کے خوابوں کی تعبیر تھا اور جسے قائداعظم محمد علی جناح اور ان کے رفقائے کار نے ہزاروں رکاوٹوں کے علی الرغم حاصل کر کے دنیا کے لیے ایک قابل تقلید نمونہ بنانے کے عزم سے اپنے خون سے سینچا تھا اب ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے بیرونی اور اندرونی خطرات کے زد میں ہے۔اس صورت حال کی بنیادی وجہ تو صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ ہم نے اس ملک کو جس وعدہ کے نتیجہ میں حاصل کیا تھا اور اپنے پروردگار سے دہائی کی تھی کہ اللہ تو ہمیں ایک آزاد خطہ زمین عطا فرما تو ہم اس میں تیری کتاب کے اصولوں پر ایک ایسے معاشرے کی تعمیر کریں گے جہاں عدل و قسط اور انصاف کا بول بالا ہوگا اور ہم دنیا کو دکھاسکیں گے کہ یہ ہے وہ آسمانی نظام جس میں ہر انسان کے لیے اس کے حقوق کی گارنٹی ہے اور جہاں اخوت، مساوات اور عدم استحصال کا دور دورہ ہے۔ لیکن وہ تو ہم نہ کرسکے۔ہم گذشتہ 70 سالوں کے دوران رجعت قہقری کا شکار رہے اور ہمارے سیاسی زعماء جمہوریت کی ڈگڈگی بجا کر اس قوم کو دھوکہ دیتے آرہے ہیں۔ نظام اسلامی اور قرآنی اصولوں پر مبنی طرز حکمرانی سے اگر صرف نظر کر کے بھی دیکھ لیں تو ہم نے جمہوریت کی مٹی بھی پلید کرلی ہے۔ اگر جمہوریت میں کوئی بھلائی اور خیر ہے تو سوال یہ ہے کہ ہم اس سے استفادہ کرنے

میں کیوں ناکام رہے ہیں؟ جبکہ دنیا کے بہت سارے ممالک اچھے یا برے بہرحال اس جمہوریت کے ناتے چل رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا جمہوریت کا دعویٰ بھی جھوٹا اور فریب ہی ہے۔ ہم نے جمہوریت کے کم سے کم تقاضے بھی پورے نہیں کیئے بلکہ الٹا ہر وہ کام کیا جس سے خود جمہوریت کو بھی عار محسوس ہو۔ ہمارے سیاسی زعماء نے جمہوریت کا کھلواڑہ بنادیا ہے۔ جمہوریت کو ناکام بنانے میں بہت سارے عوامل ہو سکتے ہیں مگر چند ایک ایسی چیزیں ہیں جن کے ساتھ ہمارے سیاستدانوں کے ذاتی مفاد (vested Intrests) بندھے ہوئے ہیں اور وہ کسی بھی صورت یہ گوارا نہیں کرتے کہ ان عوامل پر نظر ثانی کی جائے تا کہ جمہوریت سے جو مثبت نتائج حاصل ہو سکتے ہوں ان کا فائدہ ملک وقوم کو پہنچ سکے۔ ہمارے خود غرض سیاستدانوں کی توجہ صرف اور صرف اپنے مفادات اور اپنی لیڈری پر مرکوز رہتی ہے یا زیادہ سے زیادہ اپنی پارٹی مفاد پر۔ انھیں ملکی اور قومی مفادات کے ساتھ کوئی سروکار نہیں۔

آیئے تجزیہ کرتے ہیں کہ وہ بڑی وجوہات کونسی ہیں جواب بہت نمایاں ہوکر سامنے آچکی ہیں۔ اس بحث کو دس نکات پر محدود کرتے ہیں جو کچھ اس طرح ہے:۔

☆ موروثی لیڈرشپ: ہماری سیاسی پارٹیاں اور خصوصاً قابل ذکر جماعتیں موروثی بنادی گئی ہیں اور جمہوریت کا پہلا لازمہ یعنی پارٹیوں کے اندر آزاد چناؤ اور لیڈرشپ کا ایک فطری طریقہ پر انتخاب بالکل معدوم ہے اور پارٹیاں موروثی جاگیریں اور لمیٹڈ کمپنیاں بنائی گئی ہیں۔ باپ کے پیچھے بیٹا، بیٹی یا بھائی 'ولی عہد' کی شکل میں موجود ہوتا/ہوتی ہے اور لیڈر صاحب اپنی پارٹی میں اپنے اس جانشین کی حیثیت کو منوانے کے لیے تمام حربے استعمال کرتے ہوئے اسے پارٹی کا آئندہ لیڈر تسلیم کرواتا ہے۔ چند ایک کا نام لینا بے جا نہ ہوگا۔ مثلاً پی پی پی، مسلم لیگ ق، مسلم لیگ (ن)، اے این پی، قومی وطن پارٹی، محمود خان اچکزئی کی پارٹی۔ یہ موروثیت ان لیڈروں کی فطرت (جبلت) میں ایسی گہری ہوچکی ہے کہ وہ کسی اور کا پارٹی میں قیادت سنبھالنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ آپ کس طرح اس قوم کے سر پر مستقبل کے لیے ایسے بچوں/بچیوں کو مسلط کرنے کی کوشش کررہے ہیں جنھوں نے نہ سردی دیکھی ہے نہ گرمی، جن کو بھوک اور پیاس کا کبھی پالا ہی نہیں پڑا۔ They were born with a silver spoon in their mouth۔ کیونکہ ان

کے آباء واجداد جاگیردار، سرمایہ دار، چودھری، خوانین اور سردار تھے اور یا پیران گدی نشین ۔ چند مذہبی/سیاسی پارٹیاں بھی موروثی بن چکی ہیں لہٰذا یہ بات ناگزیر ہے کہ پارٹیوں کے قانونی اور اخلاقی دونوں تقاضوں کے تحت حقیقی طور پر انٹرا پارٹی الیکشن کے ذریعے لیڈر شپ کو آگے آنے کے مواقع فراہم کئے جائیں اور موروثی سیاست کو قانونی اور اخلاقی دونوں کی رو سے ایک ناجائز اور قابل نفرت قدر گردانا جائے۔

☆ **منتخب ارکان کے لئے سیاسی رشوت:** جب سے ضیاء الحق مرحوم کے اقتدار سے ڈیولپمنٹ فنڈز کی شکل میں ممبران پارلیمنٹ کو رشوت دینے کی نہایت مکروہ رسم شروع ہوچکی ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس عمل کی خرابیاں ہماری ریاستی اور جمہوری معاملات میں اپنے منفی اثرات دکھاتی آرہی ہیں۔ کروڑوں روپیہ کی قومی رقوم آپ پارلیمنٹ ممبران کو اس لیے دے رہے ہیں کہ حکومتی پارٹی کے لیے کبھی پریشانی نہ ہو۔ خود بھی کھائیں اور ان کو بھی کھلائیں اور اس طرح وہ اپنے پارٹی کے ممبران کے ساتھ ساتھ حزبِ اختلاف کے ممبران کو بھی اپنا ہمنوا بنا سکیں۔ کوئی بھی برسر اقتدار پارٹی ہوش وحواس کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتی کہ اربوں کے فنڈز صحیح طور پر ملکی ترقی کے کام پر خرچ ہورہے ہیں بلکہ ان کا بھاری حصہ ان ہی سیاستدانوں کی جیبوں میں جاتا ہے۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ دیگر جمہوری ملکوں میں بھی ایسا ہوتا ہے؟ ممبر یا پارلیمنٹ کا ترقیاتی کاموں کے ساتھ اتنا تعلق تو سمجھ میں آتا ہے کہ وہ حکومت کی نوٹس میں اپنے علاقے کے مسائل لائیں اور ترقیاتی سکیموں کی نشاندہی بھی کرلیں اور ان کے لئے مطالبہ بھی کرلیں مگر فنڈز کو ممبران کی صوابدید پر خرچ کرنا سیاسی رشوت کی بہت بری شکل ہے۔ یہ کام ٹیکنکل ڈیپارٹمنٹ اور لوکل گورنمنٹ کے ہیں۔ جہاں ایسے کاموں کی مانیٹرنگ اور نگرانی ہو تو پارلیمنٹ کے ممبران پر ایک نگاہ رکھیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہیئے۔ لہٰذا اگر ہمارے ممبرانِ پارلیمنٹ مخلص ہوں اور ان میں حقیقی قومی جذبہ ہو تو اس بندر بانٹ کو ختم کرنے کے لیے خود اٹھیں اور اسے ختم کریں۔ ان کا اصل کام قانون سازی ہے مگر پارلیمنٹ میں حاضری کا جو حال ہے وہ ہم تمام خوب جانتے ہیں اور اگر ممبرز موجود بھی ہوں تو جو بھی قانونی ترمیمات آتی ہیں ان پر آنکھیں بند کرکے دستخط کرلیتے ہیں۔ حالیہ ختم نبوت قانون میں ترمیم ایک زندہ مثال ہے۔ سیاسی لیڈروں کا اپنے منشور کی بنیاد کی بجائے دیگر عوامل کی بنیاد پر

سیاست چمکانے کا معاملہ تو اب بہت آگے جا چکا ہے کون نہیں جانتا کہ ہماری سیاسی زعماء کی اکثریت کے عوامی خطابات، علاقائیت، لسانیت فرقہ واریت اور نسل پرستی پر مشتمل ہوتی ہیں۔ انہی منفی بنیادوں پر ہر سیاسی لیڈر اپنی پارٹی کو آگے بڑھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ بہت کم سیاستدان ایسے ہیں جو پاکستان کے حوالے سے بات کریں قومیتوں اور علاقائیت کی بنیاد پر ایک دوسرے کے خلاف نفرتیں تقسیم کی جا رہی ہیں، انہی چیزوں کو بیرونی دشمن لے کر طاقتور بین الاقوامی میڈیا کے ذریعے اور زیادہ زہر آلود بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ اس کی مثال وائس آف امریکہ کی اردو اور پشتو سروس اور بی بی سی ہے۔ ان چینلز کا اس کے سوا کوئی کام نہیں کہ پختون کو پنجابی کے خلاف اور بلوچی کو سندھی کے خلاف اُکسائیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ ہماری اجتماعی سوچ ''قومی'' کے بجائے دیگر عوامل پر استوار کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ رہی مذہبی بنیادوں پر سیاسی پارٹیاں تو ان کی حالت تو اور بھی ناگفتہ بہ ہے اگر وہ اپنے دعوؤں میں مخلص ہوں تو کیوں وہ ایک نکاتی پروگرام یعنی ملک میں دین کے حقیقی معنوں میں نفاذ پر اکٹھی نہیں ہوسکیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ ہر ایک کا اپنا اپنا ''اسلام'' ہے اور اسلام سے زیادہ مقصد اسلام آباد ہے۔ ذرا دیکھیں انتخابات کے آتے ہی اب دوبارہ ایم ایم اے کو زندہ کیا جا رہا ہے، ٹھیک ہے اسے کچھ لوگ دینی پارٹیوں کا اتحاد سمجھ کر خوش ہوں گے۔ لیکن اس حکومت کے دوران ایم ایم اے میں شامل دو بڑی مذہبی/سیاسی جماعتوں کا ایک دوسرے سے دُوری اور لاتعلقی بلکہ کھلی مخالفت کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ ایک کا لیڈر مرکز میں حکومت کے ساتھ چمٹا رہا خواہ زرداری کی حکومت تھی یا نواز شریف کی۔ یہ 'وفاداری' اللہ واسطے تو نہ تھی، دنیاوی مفاد ہی کے لیے تھی۔ دوسری بڑی جماعت کے پی کے میں اقتدار کے مزے اُڑاتی رہی۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں اس ملک کی سیکولر جماعتیں ہماری مذہبی پارٹیوں کے خلاف استعمال کر رہی ہیں۔

☆ قومی خدمت اور سیاسی رہنمائی کی بجائے دولت کمانے کا قابل نفرت رجحان: کیا کوئی ایسے سیاسی لیڈر کی نشاندہی کی جاسکتی ہے کہ ''سیاسی خدمت'' اور قوم کی ہمدردی کے حوالے سے ''سیاسی عبادت'' کی وجہ سے اس کی جائداد، کارخانے، بنک بیلنس اور کاروبار میں تنزل اور کمی آگئی ہو؟ عام مشاہدہ ہے کہ سیاست ایک ایسا کاروبار بن چکی ہے کہ اس میں آپ لاکھوں انوسٹ

کریں تو کروڑوں کمائیں۔ کاروں پر کاروں کے مالک بن جائیں، کارخانوں پر کارخانے لگائیں، جائدادیں بنائیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ آپ سیاست کے نتیجے میں اتنے بڑے بن جائیں کہ آپ کا کوئی ''شاہ رُخ جتوئی'' کسی ''شازیب'' کو قتل کرنے کے بعد V کا نشان بنا کے پھرا کرے۔ یہی صورت حال ہے ہماری جمہوریت، عدل اور انصاف کا۔

☆ ملکی قانون اور عدالتی فیصلوں کا عدم احترام: جو جتنا طاقتور ہے وہ اتنا ہی قانون اور عدالت کو چیلنج کرنے کی جسارت کرتا ہے۔ ملکی اداروں کی برسر عام توہین کی جا رہی ہے اور تو اور اس فوج کے خلاف جس کی اسی سرزمین کے لیے قربانیوں کا دشمن بھی معترف ہے ان کی زبان درازیوں سے محفوظ نہیں۔ عدلیہ کے خلاف جلسوں اور پبلک مقامات پر تقاریر ہو رہی ہیں۔ ایک صاحب قانون کے زد میں آ گئے تو انھوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ ان کو اقتدار کا اتنا چسکا لگا ہے کہ آئندہ انتخابات کے انعقاد سے پہلے ہی انھوں نے ملک کے وزیراعظم اور ایک بڑے صوبے کے وزیراعلیٰ کے لیے اپنے خاندان میں سے نامزدگی کر کے پہلے سے عندیہ دیا ہے کہ وہ بہر قیمت آئندہ انتخابات جیت کر ہی دم لیں گے اور نہایت پریشان کن بات یہ ہے کہ ملک کا وزیراعظم فرماتا ہے کہ عدالتی فیصلہ کو ردی کی ٹوکری میں پھینکا جائے گا۔ (حوالہ آج اخبار 9 جنوری)

☆ میرٹ: کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ہمارے ملک میں سول بیوروکریسی اور دیگر اہم پوسٹوں میں تقرریوں میں میرٹ کی دھجیاں اُڑائی جاتی ہیں۔ ہر سیاسی جماعت اور اس کی لیڈرشپ کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ ''اپنے'' لوگوں کو خواہ ان کا حق بنتا ہو یا نہیں، اہم پوسٹوں پر لگا سکیں۔ KPK میں موجودہ حکومت نے اس ضمن میں چند اہم اقدامات کئے ہیں مگر اس حکومت کے ہر اچھے اقدام میں سیاسی مخالفت کی بنا پر روڑے اٹکائے جا رہے ہیں۔ (اس سلسلہ میں 8 جنوری کے ایک قومی اخبار میں ''گمشدہ فائل'' کے زیر عنوان ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی کا مضمون دیکھنے کا قابل ہے۔)

☆ سرکاری ملازمین کا سیاسی جماعتوں سے گٹھ جوڑ: جیسا کہ ہم تمام جانتے ہیں کہ سرکاری ملازمین میں سے اکثر و بیشتر سیاسی لیڈروں کی سفارشات پر تقرریاں اور تبادلے ہوتے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگ ان سیاستدانوں اور سیاسی جماعتوں کے زیر احسان ہوتے ہیں اور جب بھی

موقع ملتا ہے تو وہ ملکی وقومی مفاد اور اپنی قومی ذمہ داری سے صرف نظر کر کے انہی سیاستدانوں کی ہدایات پر عمل کر کے معاملات سرانجام دیتے ہیں۔ یہی وہ بدقسمتی ہے جس نے اس ملک میں ''میرٹ'' جیسی چیز کو بہت پیچھے دھکیلا ہے۔ بہت سے غریب طبقات سے تعلق رکھنے والے نہایت قابل اور اہل نوجوان ڈگریاں ہاتھوں میں لے کر حسرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ماضی میں تو ایسے نوجوانوں کے لیے بیرونی ممالک جا کر زندگی سنوارنے کے مواقع ہوتے تھے مگر اب تو وہ بھی سکڑتے جاتے ہیں۔ ہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس صورت حال میں اس معاشرہ میں اس نوجوان طبقہ میں کتنی فرسٹریشن اور مایوسی ہوگی اور اس کے منفی اثرات کتنی بُری حد تک معاشرہ پر مرتب ہوں گے۔ علاج صرف یہ ہے کہ ملک میں (مرکز اور صوبہ) میرٹ کی پالیسی کی اخلاص کے ساتھ حوصلہ افزائی کی جائے اور ہمارے سیاستدان اپنے ایمان کا عمل وفعل سے ثبوت دیں کہ وہ کسی کی بلا استحقاق سفارش سے اجتناب کر کے اپنے ضمیر ملامت گر کا ضرور لحاظ کریں گے۔ اسی میں اس ملک کی بھلائی پوشیدہ ہے۔ میرٹ رکھنے والے ایماندار لوگ آگے آنے کے مواقع پائیں گے تو بہت کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

☆ **ملک کے اندرونی اور بیرونی سازشی عناصر اور کردار:** ملک کے اندرون ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اس ملک کے بنیادی نظریہ ہی کے خلاف ہیں اور وہ پاکستان کی جڑیں کھودنے کے کسی بھی موقع کو ضائع نہیں کرتے۔ چونکہ میڈیا اب ایک بہت طاقتور ذریعہ ہے اور ان لوگوں کا میڈیا تک رسائی بہت آسان ہے بلکہ آسان بنائی گئی ہے لہٰذا وہ پاکستان کے بنیادی نظریہ اور اس کی تعمیر کے خلاف ہی بولتے رہے ہیں۔ انہی لوگوں کو بیرونی میڈیا مختلف موضوعات پر بولنے کے مواقع فراہم کرتے ہیں اور وہ ہمیشہ مملکت خداداد پاکستان میں فرقہ واریت، لسانیت، علاقائیت اور صوبائی عصبیت کو ہوا دے رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس ملک میں ہزاروں این جی اوز کام کر رہے ہیں ابھی تک ان کی موثر طور پر کوئی مانیٹرنگ نہیں ہوئی کہ یہ کیا کرتے ہیں اور ان کا ایجنڈا کیا ہے۔ ہوسکتا ہے بہت سے 'را' 'موساد' اور 'بلیک واٹر' 'ذی' وغیرہ کے ایجنٹ اِن این جی اوز میں پناہ لئے ہوئے آزادانہ گھوم رہے ہوں۔ پھر ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم ایک آزاد قوم ہیں امریکہ کی موجودہ بے ہودگی اور ٹرمپ کی دھمکیاں کم از کم ہمیں اس بات پر غور کرنے کے لیے کافی ہوں کہ اسلام آباد

میں امریکی ایمبیسی اور ملک بھر میں اس کے کونسلیٹس میں اہلکاروں کی جو تعداد ہے وہ سفارتی گنجائش سے بہت ہی زیادہ تو نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ نے بغیر کسی رکاوٹ کے مشرف کے زمانے میں حسین حقانی کے ذریعے بہت سارے خطرناک ایجنسیوں سے متعلق اہلکاروں کو سفارتی جامہ پہنا کر اپنے سفارت خانہ میں لا کر بٹھایا ہے۔ حکومت کو اس پر دلیرانہ اقدام کر کے امریکہ کو ان کی واپسی پر مجبور کرنا چاہیے۔ ان کا اتنا عملہ قابل قبول ہو جتنا ہمارا واشنگٹن میں ہے؟ اس قسم کی سکروٹنی کی آج بہت بڑی ضرورت ہے۔

☆ ناکام خارجہ پالیسی: ہمارے بیرونی مشن، سفارت خانے اور ڈِپلومیٹک ادارے اپنے کسی بھی مشن میں وہ کامیابی نہ دکھا سکے جو مطلوب ہے۔ کشمیر پر ہمارے موقف کی سچائی کا ریکارڈ اقوام متحدہ میں بھی محفوظ ہے مگر ہمارے مشن اس پر دنیا کو قائل کرانے میں ناکام رہے۔ حکومت کے حامی ایک مذہبی جماعت کے سربراہ کشمیر پر کچھ کہنے کے لیے کم از کم کچھ دوست ملکوں کا دورہ کریں۔ یورپ اور امریکہ جا کر وہاں کے پلیٹ فارموں سے کشمیر پر پاکستان کے موقف کے لیے رائے عامہ ہموار کریں۔ حکومتی اہلکاروں سے ملیں، اقوام متحدہ کے ذیلی اداروں سے جا کر بات کریں۔ موجودہ صورت حال کو دیکھیں امریکہ کی دیگر ذلالتوں کے علاوہ اس کا سیکرٹری دفاع میٹِس کا یہ بیان کتنا ذلیل اور حقارت آمیز ہے کہ ''ہم پاکستان کو دو ارب ڈالر کی رقم ریلیز کریں گے اگر وہ طالبان کے خلاف ہمارے لئے کارروائی کرے۔'' ظاہر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کی فوج جا کر افغانستان میں طالبان کے خلاف لڑے اور فتح ہمیں پلیٹ میں رکھ کر پیش کرے۔ اس ناہنجار میٹِس پر یہ واضح کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ ہماری فوج کوئی کرائے کی فوج نہیں اور ہمارے چیف آف آرمی نے بہت واضح الفاظ میں NO More کو متواتر دہرایا ہے۔ ہم مشرف کی غلط پالیسیوں کے ڈسے ہوئے ہیں۔ کیا ہم دوبارہ امریکہ کی جنگ میں کود جائیں؟ یہ امریکہ کی جنگ تھی جنگ نہیں بلکہ امریکہ کا ہوس ملک گیری تھا لیکن وہ افغانستان میں آ کر دلدل میں پھنس گیا۔ اب نہ پائے رفتن و نہ جائے ماندن والا معاملہ ہے۔ ان شاء اللہ امریکی فوج کی افغانستان میں اس سے بھی بدتر درگت بنے گی اور اگر ٹرمپ کی یہی پالیسیاں رہیں تو ہوسکتا ہے کہ امریکی عوام بھی ایک دن اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں۔ جس کے نتیجے میں ایسا حادثہ بھی ممکن ہے جو

یو ایس ایس آر کے ساتھ ہوا جب اس نے بلا وجہ افغان سرزمین پر ٹینکوں کے سایہ میں قدم رکھا۔

☆ آخری بات: خارجہ پالیسی کے ضمن میں موجودہ حکومت کے سربراہوں کو اس غنودگی سے فوری بیداری کی ضرورت ہے۔ انھیں امریکہ کو صاف جواب دینا چاہیے اور اسلام آباد میں بیٹھے بغیر فوراً چائنا، روس، ایران، ترکی اور دوسرے اسلامی اور دوست ممالک کے ساتھ مسلسل رابطہ قائم کر کے امریکہ کی طرف سے ممکنہ خطرات کے ضمن میں ان کی سفارتی اور ڈِپلومیٹک تعاون حاصل کرنے کا اہتمام کریں۔ وقت آ گیا ہے کہ ہمارے سیاستدان خواہ مذہبی لباس میں ہوں یا سیکولر خیالات کے حامل وہ متحد ہو کر اس ملک کو بچانے کی فکر کریں۔ اگر کوئی سخت بخار میں مبتلا ہو جائے تو ڈاکٹر اس کے مرض کا باقاعدہ علاج شروع کرنے سے پہلے کوئی بخار توڑ دوائی دیتا ہے۔ بخار اُترنے کے بعد مرض کی تشخیص کر کے باقاعدہ علاج کیا جاتا ہے۔ یہی حالت آج پاکستان کی ہے۔ ہمیں بخار اُتارنے کے لیے فوری طور پر صحیح دوائی کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ باقاعدہ علاج کی طرف قدم بڑھانا ہے جو چند چیزیں اوپر میں گنوا چکا ہوں اور ان سب کا زیادہ تر تعلق ہمارے سیاستدانوں سے ہے۔ ضرورت ہے کہ کسی بڑے حادثہ کے رونما ہونے سے پہلے ہم سنبھل جائیں اور پاکستان کو مزید خطرات سے بچانے کی تدابیر کریں۔

اللہ اس مملکت خداداد کی غیب سے مدد فرمائے اور اسے محفوظ و مامون رکھے اور جس مقصد کے لیے اس پر لاکھوں انسانوں نے جان کا نذرانہ پیش کیا تھا وہ مقصد حاصل ہو۔ آمین۔

موسیقی و مصوری کو نصاب کا حصہ بنانے کا فیصلہ

عبد الرشید ارشد

روزنامہ ایکسپریس 21 دسمبر 2017ء کے صفحہ 8 پر دو کالمی سرخی ہمارا عنوان ہے۔ وضاحت یوں فرمائی گئی ہے:

''کلچر پالیسی کا ڈرافٹ تیار، جلد قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔''

''اسلام آباد (ذوالفقار بیگ) وفاقی حکومت نے قومی کلچرل پالیسی کے تحت ملک بھر کے سکولوں میں جماعت اوّل سے میٹرک تک نصاب میں موسیقی اور رقص اور مصوری کو بطور مضمون شامل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔قومی ثقافت کو محفوظ بنانے کے لیے قومی کلچرل پالیسی کا مسودہ تیار کرلیا گیا۔ ایکسپریس کو دستیاب مسودے کے مطابق پاکستان میں موجود تاریخی ورثہ کے تحفظ اور نوجوانوں کو ثقافت سے روشناس کرانے کے لیے موسیقی و رقص اور مصوری کو نصاب کا حصہ بنایا جائے گا اور پہلی جماعت کے طالب علموں کو اس کی باقاعدہ تعلیم دی جائے گی۔ اس سلسلے میں اِن شعبوں سے وابستہ افراد کو بطور استاد بھرتی کیے جائیں گے۔ مذکورہ شعبوں میں نمایاں کارکردگی دکھانے پر طالب علموں کو سالانہ امتحانات میں اضافی نمبر دیے جائیں گے۔ پالیسی کی تیاری میں صوبہ پنجاب، خیبر پختونخواہ، بلوچستان، سندھ اور آزاد کشمیر، گلگت بلتستان کے علاوہ نامور اداکاروں، فنکاروں اور ہنرمندوں، مصوروں اور فنونِ لطیفہ سے تعلق رکھنے والوں سے بھی مشاورت کی گئی۔ ان حضرات

کوسفری کارڈ فراہم کیے جائیں گے۔ہیلتھ اور انشورنس کارڈ بھی............‘‘

اسلام بیزار قوتیں عرصۂ دراز سے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے شب و روز نت نئے انداز سے اسلامی اقدار پر کاری ضرب لگانے کے لیے مصروفِ عمل تھیں۔ آج جب اُنھوں نے یہ دیکھ لیا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سیاسی دینی جماعتیں باہم دست بہ گریباں ہیں اور کوئی راستہ روکنے والی قوت میدان میں نہیں رہی تو انھوں نے بیوروکریسی اور بعض دین دشمن سیاست دانوں کے ساتھ ملی بھگت سے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے مؤثر قدم اُٹھا لیے۔ اگر در پردہ انھیں بعض اندرونی و بیرونی قوتوں سے تحفظ کی یقین دہانی نہ ہوتی تو آج مذکورہ تفصیل کے ساتھ یہ ایکسپریس نیوز کی دو کالمی سرخی نہ بنتی۔

مجوزہ مطلوبہ نصاب کے حوالے سے بانیٔ پاکستان اور آئین پاکستان کیا کہتا ہے اس پر گفتگو سے پہلے ماضی سے آج تک کی اسلام دشمن ’محنت‘ کا جائزہ ضروری ہے تا کہ قاری قائد کی سوچ اور قائد کے ’متولیوں‘ کے عمل کا موازنہ کرتے ہوئے اپنی گزرے دنوں کی تاریخ کا جائزہ لے سکے۔ اس تجزیہ سے ’محبِّ وطن مسلم راہنماؤں‘ کی ’حب الوطنی‘ نکھر کر سامنے آ جائے گی۔

☆ ’’بھارت کے خلاف مواد نصاب سے نکالنے کا کام (جائزہ) شروع۔ کام اسی ماہ مکمل ہو جائے گا۔ وزیر تعلیم (زبیدہ جلال) کا بیان بحوالہ اے این این۔ وفاقی وزیر تعلیم نے کہا کہ قومی نصاب سے پڑوسی ملک کے خلاف موجودہ مواد نکالنے کا جائزہ اِسی ماہ مکمل ہو جائے گا۔ یہ بیان انھوں نے چلڈرن ریسورس انٹرنیشنل کی تقریب کے موقع پر دیا‘‘۔ (بحوالہ لمحہ پھسلتے قدم)

☆ ’’دہشت گردی کے مکمل خاتمے کے لیے یہ حکمت عملی طے کی گئی تھی کہ مسلم ممالک کے نصابِ تعلیم کو تبدیل کروا دیا جائے اور یہ کام ترجیحاً ہو، تا کہ مسلمانوں میں امریکہ مخالف جذبات کا خاتمہ ہو۔ مشرقِ وسطیٰ اور دوسرے خطوں کے مسلم ممالک میں یہ عمل شروع ہو چکا ہے۔ پاکستان کی وزیر تعلیم ایک ونڈر فل خاتون وزیر ہیں۔ میں نے گزشتہ سال واشنگٹن میں اُن سے ملاقات کی تھی اور پاکستان میں نصابِ تعلیم کے بارے میں تبادلہ خیال کیا تھا............ امریکہ اور پاکستان کا تعلق

چھڑی اور گاجر (CARROT AND STICK) کا ہے کہ چھڑی سے ڈراؤ دھمکاؤ اور گاجر سے بہلاؤ۔‘‘ (امریکی صدر کی قومی سلامتی مشیر کونڈا لیزا رائس کا بیان تحقیقی کمیشن کے سامنے)

بات کی تہہ تک پہنچنے کے لیے صرف یہی دو اقتباسات ہی کافی ہیں۔ اب صرف یہ دیکھ لیجیے کہ اس فکر کے پس پردہ کون ہے۔

یہود کے برسوں پہلے مرتب کردہ وثائق (PROTOCOLS) عالمی اقتدار تک پہنچنے کے حوالے سے مرتب کیے گئے تھے۔ یہ وثائق عملی زندگی کے کم و بیش ہر شعبہ سے متعلق ہیں اور تاریخی تغیرات اِن کا عملی ثبوت بھی پیش کرتے رہے ہیں۔ تعلیم کے حوالے سے ایک ’فیصلہ‘ ملاحظہ فرمایئے، جو چشم کشا ہے:

’’غیر یہود کے تعلیمی نظام کو ہمیں یوں مرتب کرنا (کروانا) ہے کہ اس نظام کی بدولت کبھی بھی عملی زندگی میں کسی قطعی فیصلہ پر نہ پہنچ سکیں‘‘ (Protocols-11:5)

’’ہمیں اپنے اصولوں پر عمل کرنے سے قبل متعلقہ ملک کے عوام کے عمومی رویوں اور اعمال کو پیش نظر رکھنا ہوگا اور اپنے اِن متعین اصولوں کو اس وقت تک بظاہر ان سے ہم آہنگ رکھنا ہوگا جب تک کہ ہم وہاں کے عوام کو اپنے ڈھب کی تعلیم سے وہاں پہلے سے موجود اپنے لوگوں کے رنگ میں نہ رنگ لیں کہ اس کے بغیر ہم کامیاب نہ ہوسکیں گے۔ توجہ اور چابکدستی سے کام کریں تو ایک عشرے میں انتہائی مخالف کردار والے لوگ بھی تبدیل ہو کر ہماری قوت میں اضافہ کریں گے‘‘۔ (Protocols-9:1)

آگے بڑھنے سے پہلے، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حوالے سے ’’یہود کا حقیقی ٹارگٹ‘‘ بھی دیکھ لیجیے:

’’عالمی یہودی تحریک (WORLD ZIONIST MOVEMENT) کو اپنے لیے پاکستانی خطرے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ نظریاتی ریاست یہودیوں کی بقا کے لیے سخت خطرہ ہے اور یہ کہ سارا پاکستان عربوں سے محبت اور یہودیوں سے نفرت کرتا ہے۔ اس طرح عربوں سے ان کی محبت ہمارے لیے

عربوں کی دشمنی سے زیادہ خطرناک ہے۔'' (اقتباس تقریر یہودی وزیراعظم بن گوریان، بحوالہ جیوش کرانیکل 67-08-19)

''ہر طبقہ کے علماء کو تبلیغ کے نام پر مالی امداد (دست غیب سے) فراہم کی جائے وہ اس بنیاد پر (امداد کی فراوانی سے) اپنے کام کو پھیلائیں گے۔ پھر اچانک ہاتھ روک کر انھیں پریشان کیا جاسکتا ہے کہ پھیلے کام کو کیسے ترک کیا جائے۔ لہٰذا اس صورتِ حال میں وہ (یہودی مقاصد کی تکمیل کی خاطر) مشروط مالی امداد قبول کرنے پر بھی رضامند ہو جائیں گے''۔ (بحوالہ یونیورسل ورلڈ آرڈر۔ ص 15-16)

مذکورہ حوالہ سے ہی ایک اور چشم کشا اقتباس دیکھئے:

''یہود حتی الامکان اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ دشمن ممالک (مسلم بلاک) میں اِن کی تمام تر اخلاقی، سماجی، معاشرتی، تعلیمی، روحانی اور مذہبی اقدار کو تلپٹ کیا جائے۔ سماجی و معاشرتی برائیوں کو فروغ دیا جائے مثلاً فحاشی اور رشوت ستانی وغیرہ سے عوام کی حقیقی مسرت کو 'بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست' امن کو تخریب و سازش اور راحت کو لالچ اور ہوس کے حوالے سے متعارف کرایا جائے''۔

مذکورہ اقتباسات کو ایک بار پھر چشم بصیرت سے پڑھتے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ماضی و حال اور خصوصاً تازہ ترین عندیہ برائے تبدیلی یا 'اصلاحِ نصاب' پر غور کیجیے کہ کیا یہ سب کچھ یہود و نصاریٰ کے تدریجی سفر کا حصہ نہیں ہے؟ یہود و نصاریٰ کی منصوبہ سازی کی داد دیجیے کہ وہ خود پس پردہ رہتے محسنوں کا لبادہ اوڑھے کلمہ گو حضرات کو استعمال کر کے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے ہمہ جہت اہداف حاصل کر رہے ہیں۔ 'کلمہ گو' کبھی اپنے چھ ہزار 'ہونہار اساتذہ' کو اعلیٰ 'تربیتی و تعلیمی مستقبل' سنوارنے کی خاطر یورپی ممالک میں بھیجنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو کبھی نصاب میں ناچ گانے کی باقاعدہ تعلیم کی پالیسی مرتب کرتے ہیں اور یہ بات بھول جاتے ہیں کہ بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے حصولِ آزادی کی بنیاد قرآن وسنت کے تحت اہل وطن کو آزادی کی نعمت سے نوازنے کا عہد کیا تھا اور اسی مقصد کے لیے سعی وجہد بھی کی تھی۔ الحمدللہ۔

یہود و نصاریٰ کی اسلام اور پاکستان کے حوالے سے خیر خواہی اور نیک نیتی سے متعلق

محترم ممتاز مفتی صاحب کی تصنیف ’تلاش‘ کا یہ اقتباس بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔حقیقت کے اس آئینے میں حالات کا تجزیہ کر لیجیے۔

’’یہود و نصاریٰ کا مشترکہ ورلڈ آرڈر

فرانس کا بادشاہ لوئی ہشتم جب مسلمانوں کی قید سے رہا ہوا تو اُس نے یورپی عیسائیوں کے اربابِ اختیار سے مل کر ایک لائحۂ عمل بنایا جس کا مقصد اسلام کو ختم کر کے مسلمانوں کو یورپی تسلط میں لانا تھا۔ یہ لائحۂ عمل (جو پریس میں آج بھی محفوظ ہے) مختصراً یوں ہے:

1۔ مسلمانوں کے اندر اختلافات اور تفرقہ پیدا کرنا۔(آج یہ عروج پر دیکھا جا سکتا ہے)

2۔ مسلمان ممالک میں نیک اور صالح حکمرانوں کے قیام کو ناممکن العمل بنانا۔

3۔ مسلمان ممالک میں کرپشن کو ہوا دینا۔انتظامیہ میں رشوت اور اقربا پروری کا جنم۔

4۔ عورتوں کے ذریعے اہلکاروں کے اخلاق کو داغدار کیے رکھنا۔

5۔ مسلمانوں میں جذبہ جہاد کو کمزور کرنا۔

6۔ عرب ممالک میں پھوٹ ڈالنے کی پالیسی پر عمل کرتے رہنا۔

7۔ تفرقہ پیدا ہو جائے تو اُسے مزید گہرا کرتے رہنا۔

سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ نظامِ تعلیم کے ذریعے نوجوانوں کے ذہن میں سیکولرازم کے بیج بونا اور پختہ کرتے رہنا کہ وہ اپنے مذہب کے حوالے سے شرمندگی محسوس کریں‘‘۔ (بشکریہ ’تلاش‘)

مذکورہ تصریحات کے بعد اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ فکرِ اقبال اور کاوشِ قائداعظم سے 27 رمضان المبارک، لیلۃ القدر کو معرضِ وجود میں آنے والے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بنیاد کس نظریۂ حیات پر تھی؟ قیامِ پاکستان کے محرکات کیا تھے؟ جن کے لیے لاکھوں جانوں کا نذرانہ دیا گیا، لاکھوں خاندانوں نے ہجرت کی صعوبتیں جھیلیں۔

☆ ’’یاد رکھو! دنیا کی تمام مشکلات کا حل اسلامی حکومت کے قیام میں ہے۔اِسی مقصد کی خاطر میں لندن کی پُرسکون زندگی کو چھوڑ کر عظیم مفکّر علامہ اقبال کے تصور کو عملی

جامہ پہنانے کی خاطر ہندوستان آ گیا ہوں۔ اِن شاء اللہ ایک ایسی فلاحی اور مثالی مملکت قائم ہوگی جس کی بنیاد لا الٰہ اِلا اللہ پر ہوگی اور دنیا اس کی تقلید پر مجبور ہوگی۔‘‘

(قائد اعظم کا نئی دہلی میں انٹرویو۔ 26 نومبر 1946ء)

☆ ’’ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ایک تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔‘‘

(خطاب اسلامیہ کالج پشاور 13 جون 1948ء)

☆ ’’میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے ضابطہ حیات پر عمل کرنا ہے جو پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لیے قائم کر رکھا ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہئیں۔ اسلام کا سبق یہ ہے کہ مملکت کے جملہ اُمور و وسائل باہمی بحث و تمحیص اور مشاورت سے طے کرنے چاہئیں‘‘۔ (خطاب 14 فروری 1948ء)

قائداعظم محمد علی جناح کے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حوالے سے بے شمار بیانات میں سے یہ نمونہ مشتے از خروارے کے مصداق چند قارئین کے سامنے رکھے ہیں۔ مذکورہ اقتباسات میں قائد کی شخصیت اور فکر ہر کس و ناکس کا قبلہ درست کرنے لیے کافی ہے۔ ظاہر ہے جب قائد محترم اسلامی پاکستان کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب ’’اسلامی تعلیم، اسلامی ثقافت، اسلامی تجارت اور اسلامی کلچر‘‘ وغیرہ تمام ہی شعبہ ہائے زندگی شامل ہیں۔ تعلیم مذکورہ ہر شعبہ زندگی کو نکھارتی ہے۔ اقبال نے فرمایا تھا:

؎ اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
اک سازش ہے دین و مروّت کے خلاف

؎ فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

تعلیمی نصاب کے حوالے سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پالیسی سازوں کی منصوبہ بندی کی تہہ میں یہود و نصاریٰ کی فعالیت کے حوالے سے ناقابل تردید حقائق گزشتہ سطور میں آپ

کے سامنے آ چکے ہیں اور ساتھ ہی مفکر پاکستان علامہ اقبال اور بانی پاکستان قائداعظم کی سعی و جہد کا منتہا بھی آپ ملاحظہ کر چکے کہ حصولِ مملکت کا مقصد کیا تھا، اغیار نے اِسے کون سی جہت دینے میں محنت کی اور آج ہم کہاں کھڑے ہیں۔ ہر پہلو عیاں ہے۔

اب دیکھنا یہ باقی ہے کہ خالق، اللہ ربّ العزت اپنے اور اپنے رسول ﷺ کی رسالت پر ایمان کے دعویداروں سے کیا تقاضا کرتا ہے۔ کس نہج پر اُن کے شب و روز کو گزرتے دیکھنا چاہتا ہے اور کن پہلوؤں سے اُن کا بچنا اُسے مطلوب ہے۔ سب سے پہلی اتھارٹی قرآن کریم ہے تو دوسرے درجہ میں فرامین رسالت مآب ﷺ ہیں۔ قرآن پاک کی سورۃ لقمان کی آیت چھ، اہل ایمان کو 'لہو ولعب' (بے حیائی کے ہر نوعیت کے کام) سے روکتی ہی نہیں بلکہ عذاب کی وعید بھی سنا رہی ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ .... (لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو لہو ولعب (بے حیائی پھیلانے) کا سامان خرید لاتے ہیں تا کہ لوگوں کو گمراہ کریں..........ان کے لیے دردناک عذاب ہے)۔

مکہ مکرمہ میں دعوتِ اسلام کا راستہ روکنے کے لیے قریش نے چندہ جمع کر کے ایک شخص کو عراق سے گانے بجانے والی خواتین لانے کا کام سونپا کہ جہاں رحمت للعالمین ﷺ دعوت کے لیے عوام کے سامنے کھڑے ہوں گے وہاں قریب ہی یہ ساز بجانے والی لونڈیاں گانا اور ساز بجانا شروع کر دیں گی اور دعوتِ حق کا راستہ یوں رُک جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر کے ان کا مکر ظاہر فرمایا۔

نماز مؤمن کی معراج قرار دی گئی اور مؤمن کے قلب و نظر کی صفائی کا ذریعہ بھی قرار دی گئی۔ جہاں اسے معراجِ مؤمن قرار دیا گیا وہیں اسے معراج کے لیے قلوب مصفّا کرنے کا ذکر یوں فرمایا گیا: اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْکَرِ یعنی نماز برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے۔ اب ایک طرف تو نماز بے حیائی کے کاموں سے روکے اور دوسری طرف تعلیمی نصاب میں رقص و سرور کی تعلیم لازم قرار دی جائے اور وہ بھی قائداعظم کے لا اِلٰہ اِلا اللہ کی اساس پر حاصل کیے گئے ملک میں۔

نبی مکرم ﷺ کی سیرت تو ہمیں یہ بتائے کہ " گانے کی آواز پر انگلیاں کانوں میں

لیتے تھے‘‘۔آپ کا یہ فرمان بھی کس صاحب بصیرت سے اوجھل ہے کہ’’ گانا سننے والے کے کانوں میں روزِ محشر پگھلا سیسہ ڈالا جائے گا‘‘۔ناچ اور گانے کی تعلیم جماعت اوّل سے دہم تک بچے اور بچیوں کو’اخلاق‘ کی کن بلندیوں تک لے جائے گی یا اپنے حقیقی منطقی انجام ذلت ورسوائی اور سماجی ومعاشرتی بانجھ پن کا سبب بناتے قعرِ ذلت تک لے جائے گی۔یہ ہر باشعور کے لیے سوالیہ نشان اور لمحہ فکریہ ہے۔

آج جب کفر انتہائی فعالیت کے ساتھ ملت مسلمہ کو چاروں کونوں سے گھیر چکا ہے اور بداَخلاقی کی تعلیم کا ہتھوڑا ابھی ہمارے ہی ہاتھ میں پکڑا رہا ہے،قوم کے باشعور،صاحب بصیرت حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ میدان میں آئیں تفرقہ باز علماء کہلوانے والوں کی اغیار کو خوش کرنے والی خصلت پر انھیں متوجہ کریں اور عوام کو فرقہ واریت کے اسباب وعلل سمجھانے کے ساتھ ساتھ مثبت اقدامات پر بھرپور توجہ دیں۔

تعلیم وثقافت پر غیر اسلامی یلغار کا مقابلہ کرنے لیے متحد ہو کر مؤثر اقدامات کرتے ملت کفر کی تمام تر سازشوں اور کوششوں کو ناکام کرتے مستقبل کے سرمایہ کو بچالیں۔اس محنت کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین اجر ملے گا۔

زندگی کچھ اور شے ہے ، علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوز جگر ہے ، علم ہے سوز دماغ
علم میں دولت بھی ہے،قدرت بھی ہے،لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ
اہل دانش عام ہیں ، کم یاب ہیں اہل نظر
کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایاغ!
شیخ مکتب کے طریقوں سے کشادِ دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ!

کینسر انڈسٹری

ملکہ نازلی

(بشکریہ پندرہ روزہ نشور کراچی، دسمبر 2017ء)

عنوان دیکھ کر حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔سوچا شاید اس کا وہ مطلب نہ ہو جو دیا جاتا ہے مگر جوں جوں اس کے مندرجات پڑھے رونگٹے کھڑے ہوتے گئے۔ایسا مقدس پیشہ اور ایسا گھناؤنا کردار؟ انسانیت کے درد کا ڈھنڈورا سب سے زیادہ پیٹنے والے، انسانوں کے اس قتلِ عام کے مرکزی کردار ہوں گے! ایسا تو کبھی خواب و خیال میں بھی نہ آیا تھا!! انسان کی اصلاح کبھی ہو بھی سکے گی یا نہیں؟؟؟ اتنا بڑا سوالیہ نشان اس سوال پر لگ گیا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔زندگی سے بے زاری میں کچھ اور اضافہ۔موت سے محبت شدید تر ہوگئی (الحمدللہ) فرشتوں کا خدشہ کہ ''کیا ایسی مخلوق جو زمین میں فساد پھیلائے گی اور خونریزیاں کرے گی، پیدا کریں گے'' آج ہی سمجھ میں آیا کہ فرشتوں کا کیا مطلب تھا۔دنیا اور دنیا چلانے والوں (موجودہ دور کے) سے نفرت فزوں تر اور موت کی محبت میں شدت پیدا ہوئی۔سبحان اللہ وبحمدہ!

سورۃ البقرۃ آیت 204 تا 206 میں انسانوں کی جس قسم کا ذکر ہے اس گروہ کا تعلق اسی سے ہے۔اللہ تعالیٰ ان آیات میں ایسے ہی سماج دشمن عناصر کی پہچان کراتا ہے کہ:

''انسانوں میں سے کوئی تو ایسا ہے جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بھلی معلوم ہوتی ہیں (انسانیت کی بھلائی، انسانیت کی خدمت، ترقی و بقا وغیرہ وغیرہ) اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہے (جو جھوٹے کی سب سے بڑی نشانی ہے)

مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمنِ حق ہوتا ہے (الدالخصام۔یعنی وہ دشمن جو تمام دشمنوں سے زیادہ ہی ٹیڑھا ہو۔یعنی جو حق کی مخالفت میں ہر ممکن حربے سے کام لےکسی جھوٹ، کسی بے ایمانی، کسی غدر و بدعہدی اور کسی ٹیڑھی سے ٹیڑھی چال کو بھی استعمال کرنے سے دریغ نہ کرے)جب اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہےتو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا ہے) فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو اپنے وقار کا خیال اس کو گناہ پر جما دیتا ہےایسے شخص کے لیےتو بس جہنم ہی کافی ہےاور وہ بے حد برا ٹھکانہ ہے۔"

اب اس"الدّ الخصام" نےنسل انسانی کو تباہ کرنے کے لیےانسانیت کے مسیحاؤں کو ہی اس چالاکی سے استعمال کیا کہ صدیوں تک کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔اگر کوئی ہوئی بھی تو اس کی سنگینی کا احساس تک نہ ہوا یا شاید سستی و کاہلی اور غفلت نے سرہانے کھڑی موت کو پہچاننے نہ دیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔دراصل اُمت مسلمہ / اُمت وسط/ خیر امہ غفلت نہیں بلکہ موت کی نیند سو چکی ہے۔سب میدان شیطان کے چیلوں کے لیے خالی چھوڑ کر ان کی پیروی میں لگی ہے(بلکہ "چارکری میں لگی ہے" کہنا چاہیے)

سرہانے میر کے آہستہ بولو   ابھی ٹک روتے روتے سوگیا ہے

کی تصویر بنی اس امت کا جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔جب یہ اُمت جاگ رہی تھی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہی تھی تب ہر شعبۂ زندگی میں انسانیت کی واقعی فلاح کا کام ہوتا رہا۔تعلیم، صحت وطب، سیاست و سیادت، معاشیات ومعیشت یہاں تک کہ صلاح و جنگ میں بھی انسانیت کی فلاح اور اصلاح کا عنصر غالب رہا، جیسے ہی اس اُمت نے غفلت کا لبادہ اوڑھا انسانیت کے دشمن، شیطان کے چیلے چانٹوں نے دنیا میں ہر طرف فساد برپا کر دیا مگر اتنی ہوشیاری سے شکار کھیلا کہ بڑے بڑے دماغ بھی دھوکہ کھا گئے۔لگے اس چیز کی پیروی (اندھا دھند) کرنے جو نہ نفع دیتی تھی نہ خوشی و بقا!!۔اور اب نوبت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ وہ جو کل تک انسانیت کو جینے کے ڈھنگ سکھانے والے تھے آج اپنا گلا کاٹنے کو خود آگے کر رہے ہیں اور اس پر انتہائی مطمئن بھی

ہیں۔خاندانی منصوبہ بندی ہو، زندگی بچانے والی ادویات کا بے بہا استعمال ہو یا دواؤں کے نام پر زہر کے انجکشن، سرجری کے ذریعے انسانی اعضاء کی قطع برید یا جنس تبدیل کرنے کے طریقے سب درحقیقت ''نسل انسانی'' کی تباہی و بربادی کے منصوبے ہیں۔تعلیم کے نام پر نسل انسانی کا قتل عام ایک ایسا موضوع ہے جس پر یہاں بحث ممکن ہی نہیں۔سرِدست طب کے شعبے سے متعلق ہوش ربا انکشافات نے ہی ادھ موا کر دیا۔صرف ''کینسر'' کے موضوع پر ہی ایسے انکشافات ہیں جو طب کے خداؤں کا اصل 'مکروہ' چہرہ دکھانے کو کافی ہیں۔

نت نئی بیماریاں پھیلانا اور مہنگی اور نایاب VACCINE کے ذریعے مریضوں کو لوٹنا یہ ایک FRIENDLY FIRE ہے جس کی کوئی سزا نہیں۔''کینسر'' بھی ان بیماریوں میں سے ہے جن کو عالمی منڈی میں متعارف کرایا گیا ہے اور اس کے ذریعے سے اربوں ڈالر کمائے گئے ہیں۔آئندہ کے اہداف مقرر کر دیے گئے ہیں۔پولٹری مصنوعات، ڈیری فارمز کی مصنوعات، دلفریب WRAPPERS میں لپٹے مصنوعی زہریلے کھانے (چپس، جوسز، چاکلیٹس وغیرہ)، زہر میں تیرتے ہوئے TINNED پھل اور سبزیاں اور اس جیسی بے شمار مصنوعات اس بیماری کو پھیلانے، بڑھانے کا سبب ہیں۔مصنوعی کھادوں کے ذریعے پھلوں اور سبزیوں کو زہریلا بنا کر، جراثیم مار بھگانے کے لیے زہریلے سپرے یہ سب مل کر بیماریوں کے لیے ''دوست ماحول'' (FAVOURABLE ENVIRONMENT) پیدا کر رہے ہیں۔ جانوروں کی طرح کھانے کے رسیا لوگ (کیا مسلم کیا کافر؟) یہ دیکھے بغیر کہ اس کی تباہ کاریاں کیا ہیں، دونوں ہاتھوں سے بلکہ پاؤں سے بھی کھا رہے ہیں۔یَاْکُلُوْنَ کَمَا تَاْکُلُ الْاَنْعَامُ (وہ ایسے کھا رہے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں) (سورۃ محمد:۱۲) مویشیوں کی طرح کھانے پینے کی حرص نے دشمن کا کام آسان کر دیا۔اب اگلا کام شروع ہوا۔''مریضوں کا شکار'' جعل سازی، دھوکہ وفریب زندگی کے کسی اور شعبے میں اتنا نقصان دہ (جان لیوا) نہیں جتنا اس شعبے میں۔۔۔۔!!

سیانوں نے جال بڑی عرق ریزی سے بنا ہے۔سامری کی سی چالاکی سے ایسے طریقے سے گھیرا کہ عوام الناس انھیں ''نجات دہندہ'' سمجھ کر لپک رہے ہیں، مر رہے ہیں، لٹ رہے ہیں اور ان کی گرویدگی میں حد سے گزر رہے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون

جدید دور کے سامری نے ایسا بت تراشا ہے کہ جس نے ہر دل کو گرویدہ کر لیا، یہ کام اتنی ہوشیار سے ہوا کہ مشرک ملحد تو مسحور ہوئے ہی موحدین (لا اِلٰہ اِلا اللہ کے علمبردار) بھی دل سے سجدے میں جا گرے۔ پریشان کن بات یہ ہے کہ اس کا احساس تک نہیں بلکہ اس کے حق میں دلائل ہیں جو 'کمزور ایمان' والوں کو قائل کرنے کے لیے اولوالالباب کی طرف سے آتے ہیں۔ کمزور عقیدہ لوگوں کا تو المیہ ہی یہ ہے کہ وہ ہر چمکتی ہوئی چیز کو سونا سمجھ کر اس کی چاہت میں مبتلا ہو جایا کرتے ہیں جبکہ 'اولوالالباب' کی طرف سے دلائل وشواہد بھی موجود ہوں تو بس پھر سونے پہ سہاگہ ہو جاتا ہے۔ سارا قصور انہی غور وفکر کرنے والوں کی سہل پسندی کا ہے جنہوں نے یہ کام شیطان کی چیلوں کے لیے چھوڑ دیا ہے اور خود تقلید جامد میں عافیت پاتے ہیں اگر وہ اپنے منصب کی ذمہ داریوں کا احساس رکھتے تو دینا اس تباہی سے دوچار نہ ہوتی۔ خانقاہوں، مدرسوں سے نکلتے تو پتا چلتا کہ دنیا میں کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے، دنیا ہر معاملے میں اختلافِ رائے رکھتی ہے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق غلط سے غلط نظریہ درست ثابت کرنے کو ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے مگر یہ بت جو گھڑا گیا اس معاملے میں پوری دنیا کے انسان متفق نظر آتے ہیں۔ سبھی اس کے آگے ماتھا ٹیکتے اور اس کی گرویدگی میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ایسی گرویدگی کہ جیسی اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہیے، قرآن کی زبان میں ''ایمان'' کہلاتی ہے اور ساری دنیا کا سائنس اور ٹیکنالوجی کے بت پر ''ایمان'' ہے۔

اس بت کو تراشنے والے سامری نے اپنی ساری عقل وفہم، ذرائع اور وسائل، وقت و محنت اسی پر لگا دی ہر طریقے سے تمام مکاتب فکر کے انسانوں کو نشانہ بنا کر بہترین منصوبہ بندی کی جس کا نتیجہ آج نظر آنا شروع ہو گیا ہے۔ اس بچھڑے کو معبود بنانے میں جس محنت اور ہوشیاری سے کام لیا گیا ہے اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ نظامِ تعلیم کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا گیا اسے اس طریقے سے مرتب کیا کہ بچپن سے وہ تصورات ذہن میں ہوشیاری سے بٹھائے گئے کہ جڑیں دلوں میں پھلیں پھولیں، رہی سہی کسر میڈیا نے پوری کر دی اور دن رات کرشموں بھری ٹیکنالوجی کے بت کی افادیت، ضرورت واہمیت دل میں ایسے بٹھائی کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ یہ ایک تازہ بت ہے۔ اس بچھڑے پر اعتماد ویقین ناک تک بھر دیا۔ یہ پہلا مرحلہ تھا پھر اس کی دھاک بٹھانے کے عمل کو جاری رکھتے ہوئے نت نئی بیماریاں ایجاد کر لیں۔ خوفناک خوفناک نام

رکھ کر لوگوں کو میڈیا کے ذریعے دہشت زدہ کیا (دہشت گردی!!) ان بیماریوں کی ہولناکی اس طرح دل میں بٹھائی کہ لوگ اندھا دھند ان کی بچاؤ کی کوششوں میں دامے درمے سخنے شریک ہو گئے۔ ایک سے دوسرا اور دورے سے تیسرا اس کی دہشت ناکیاں پھیلاتا چلا گیا، یہ سوچے بغیر کہ کیا واقعی یہ ایسی ہی بیماری ہے یا نہیں؟ کسی نے مسیحاؤں پر شک بھی نہ کیا کیونکہ انھوں نے اپنی نیک نیتی کا یقین دلا دیا تھا۔ حکومتوں نے فنڈز قائم کر دیے، بڑے بڑے ہسپتالوں میں ان بیماریوں کے الگ شعبے بنا دیے جہان کی ساری سہولیات فراہم کر دی گئیں۔ باقی شعبے کسی بوچڑ خانے کا سا منظر پیش کرتے ہیں مگر کینسر، ہپاٹائیٹس، ایڈز، ڈینگی کے شعبے کسی فائیو سٹار ہوٹل جیسے رکھتے ہیں۔ بڑے بڑے تحقیقاتی ادارے ان بیماریوں کے اسباب اور ان کے علاج کی دواؤں کی تحقیقات کے لیے بنا دیے گئے اربوں روپے ان کے لیے مخصوص کر دیے گئے۔

چودھری امریکہ نے اپنی سرپرستی میں تحقیقاتی ادارہ قائم کیا جس نے دن رات کینسر جیسی ''جان لیوا'' بیماری کا علاج دریافت کرنے میں اپنے سارے وسائل جھونک دیے۔ نیشنل کینسر انسٹیٹیوٹ (NCL) جیسے تحقیقاتی ادارے نے اس کام میں چھ بلین ڈالرز استعمال کیے اور 2020ء تک یہ اخراجات بڑھ کر 173 بلین ڈالرز ہو جانے کا تخمینہ لگایا ہے۔

اتنے زیادہ اخراجات اور بے شمار لوگوں کی دن رات کی محنت کے باوجود کینسر کے مریضوں میں ہوش رُبا اضافہ ہوا ہے، اندازہ لگانے کے لیے صرف امریکہ میں ہی مریضوں کے اعداد و شمار کافی ہیں۔ پچھلی صدی کے اوائل میں کینسر کے مریضوں کی تعداد صرف 5% تھی جو بڑھتے بڑھتے 34% تک جا پہنچی ہے۔ پہلے بیس میں سے ایک کینسر سے متاثر ہوتا تھا اب ہر تین میں سے ایک اس مرض کا شکار ہوتا ہے یا تو ایڑیاں رگڑ تا رگڑ تا مر جاتا ہے یا ہسپتالوں کے چکر ہی کاٹتا رہتا ہے کیونکہ بیماری بار بار حملہ کرتی ہے۔ 2014ء میں (امریکہ میں) 16,65,504 مریض تھے۔ جن میں سے 585,720 چل بسے یعنی اتنے بے شمار وسائل اور بہترین سہولیات کے باوجود امریکہ جیسی ترقی یافتہ ریاست میں اتنے مریض چل بسے کیوں؟؟ وہ بلین ڈالرز کہاں گئے؟؟

طریقۂ واردات کچھ یوں ہوتا ہے کہ مریض اور اس کے لواحقین کے اعصاب شل کر دو پھر اپنی مرضی کا علاج کرواور خوب خوب کماؤ!!! ایک امریکی فلم نگار WHYNE CHESLER

اپنی ایک TITLE DOCUMENTARY میں، جس کا نام اس نے "CUT POISON BURN" رکھا ہے۔اس میں وہ امریکہ میں CANCER کے روایتی طریقۂ علاج کی تجارت میں "CORRUPTION" کے بارے میں اہم حقائق پیش کرتا ہے۔ذیل میں چند درج کیے جاتے ہیں۔

آج کینسر کا نام سن کر لوگ دہشت زدہ کیوں رہ جاتے ہیں؟ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ روایتی طریقۂ علاج اس سلسلے میں ناکام ہے!! یہ بات CHESLER نے DR. JULIAN کے تحقیقاتی مقالے سے لی ہے جس کا تعلق WELLNESS M.D. FOUNDER WHITEAKER سے ہے۔ DR. LINUS (1986 NOBEL LAURATE) PAULING کہتا ہے: ''ہر کسی کو پتہ ہونا چاہیے کہ زیادہ تر کینسر ریسرچ دھوکہ ہے''۔

ایسا دھوکہ کہ بلین ڈالرز خرچ کر کے اتنے سالوں کی تحقیق کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ 1920ء سے آج کے دور تک ہم نے بڑھتے ہوئے کینسر کے علاج میں بہت کم (نہ ہونے کے برابر) پیش رفت کی ہے۔حتیٰ کہ ایک شخص اگر 1920ء میں کینسر (BREAST/PROSTATE) میں مبتلا ہوتا تو وہ اتنی ہی دیر زندہ رہتا جتنا وہ آج کے دور میں ممکنہ طور پر رہ سکتا ہے۔مطلب زِیرو پیشرفت!! یہ بات کہنے والا CHASLES B. SIMONE ہے جو FOUNDER, M.Ms.M.D SIMONE PROTECTIVE CANCER CENTER ہے۔

ایک PATIENT میں (جس کا مقصد Dr. BURZYNSKI کی کینسر کے علاج کے لیے کوششوں کو چوری کرنا تھا) امریکہ حکومت نے کہا: کینسر سے نمٹنے کے حالیہ علاج میں بنیادی طور پر RADIATIONS اور CHEMICALS کا استعمال ہوتا ہے جو بذاتِ خود کینسر کا سبب ہے (CARCINOGENIC) اور کینسر کے دوبارہ ظہور کا ذریعہ بنتا ہے (PATENT NO.5, 930,605) جو 1997ء میں APPROVE ہوا۔

(PREVENTING PATHOLOGY COMPOSITIONS AND METHODS FOR TREATING AND INCLUDING CANCER - USA DEPARTMENT OF HHS) PAGE 56.

امریکہ کینسر سوسائٹی جانیں بچانے سے زیادہ دولت اکٹھی کرنے میں دلچسپی رکھتی

CHRONICALS OF PHILANTHROPY 1992 ہے۔

قصہ مختصر ''کینسر ریسرچ'' پہ بہت سے لوگوں نے ریسرچ کی (قابل شرم بات یہ ہے کہ وہ سب غیر مسلم تھے۔)اور اس کے راز افشاء کیے مگر اُمت مسلمہ سمیت ساری دنیا ابھی تک اس سحر سے باہر نہیں آ سکی۔ اس سے کہیں زیادہ مواد آپ کو انٹرنیٹ پر مل جائے گا جس میں اس دھوکے کو مع ثبوت بے نقاب کیا گیا ہے مگر ابھی تک کسی نے اس سسٹم کے خلاف جانے کا سوچا ہی نہیں جو انہیں تباہی کی طرف لے جا رہا ہے۔

Dr. JOHANA BUDWIG کو MEDICINE میں چھ مرتبہ نوبل پرائز کے لیے NOMINATE کیا گیا، مطلب یہ کہ اس کا نام قابل صد احترام اور RELIABLE لوگوں میں شامل ہے۔ اپنے CAREER کے دوران اس نے 90% مریضوں کو کینسر کے مرض سے نجات دلائی (باذن اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کے اِذن سے) اس نے کینسر کا علاج ایسے طریقے سے کیا جو انتہائی کم خرچ، آسان اور NON-TOXIC تھا، جس کے SIDE EFFECTS بھی نہیں تھے۔ اس کی اس زبردست کامیابی نے اسے PHARMACEUTICAL اور NUCLEAR INDUSTRY کا دشمن بنا دیا۔ وہ Dr. BUDWIG کو 1950ء سے مجبور کرتے چلے آ رہے تھے کہ یا تو وہ اپنا فارمولا اس مافیا کو بیچ دے ورنہ لوگوں کا علاج چھوڑ دے۔ اس وجہ سے ہم میں سے اکثر DR. BUDWIG کے نام سے بے خبر ہی رہے۔ حالانکہ Dr. JOHANA BUDWIG ایک جرمن سائنسدان (BIOCHEMIST & PHYSICIST) ہونے کے ساتھ ساتھ جرمن فیڈرل ہیلتھ آفس میں SENIOR SCIENTIST کی حیثیت سے کام بھی کرتی تھی وہ اپنی دستاویز میں لکھتی ہے:

''میرے پاس کینسر کا علاج ہے مگر امریکی ڈاکٹر میری بات پر کان نہیں دھرتے، وہ یہاں آ کر میرے طریقہ کار کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اس سے متاثر ہوتے ہیں پھر وہ ایک سودا کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ میری دریافت کو اپنے ساتھ لے جا کر کمائی کا ذریعہ بنائیں۔ مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گی اسی وجہ سے میں ہر ملک سے مسترد کر دی گئی ہوں۔''

اس سب سے آخر کیا ثابت ہوا؟؟؟ شواہد یہ کہ یہ صورت واضح کررہے ہیں کہ انسانیت کے مسیحا اس کے جانی دشمن بن گئے ہیں صرف حرص و ہوس نے انہیں غیرانسانی رویہ اختیار کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ بریسٹ کینسر کے بارے میں (MONTH AWARENESS) آگاہی کا مہینہ کی ابتدا ان کمپنیوں نے کی تھی جو TAMOXIFEN بناتی ہیں۔ یہ کمپنیاں میموگرام (MAMOGRAM) کے آلات بھی بناتی ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی انڈسٹری ہے جو BREAST CANCER پر انحصار کرتی ہے اگرچہ مقصد بہت نیک اور عظیم ہے مگر جس مقصد کو وہ اب اپنا چکی ہے وہ انتہائی ناپسندیدہ بلکہ گھناؤنا ہے۔

کچھ ظالم لوگوں نے اس بیماری کو BASE بنا کر نہایت چالاکی سے انتہائی منافع بخش کاروبار شروع کیا ہے جس میں نقصان کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (دنیاوی نقصان)۔ سرفہرست PHARMACEUTICAL COMPANIES ہیں اور ان کے ریسرچ کے ادارے، میڈیکل ایسوسی ایشنز اور ڈسٹری بیوٹرز ہیں، حکومتی سرپرستی نے ان کا کام اور بھی آسان کردیا ہے، میڈیا کے ذریعے ان کی نیک نامی کے اشتہار بٹتے ہیں، NO PROGRESS کو بڑی ACHIEVEMENT بنا کر پیش کیا جاتا ہے عوام الناس کو ہر طرف سے مایوس کرکے ان پر اندھا اعتماد کرنا سکھایا جاتا ہے، انہی کی جیبوں سے CHARITY کے نام پر بڑی بڑی رقوم نکلوائی جاتی ہیں اور ہسپتالوں کی CHAINS پورے ملک، بلکہ پوری دنیا میں قائم کردی گئی ہیں، بہترین سہولیات سے آراستہ یہ ہسپتال درحقیقت کچھ لوگوں کے لیے عیش و عشرت کی زندگی کی علامت اور کچھ کے لیے موت کے گھاٹ ہیں جہاں لوگ اپنی خوشی سے قتل ہونے جاتے ہیں۔

فارماسیوٹیکل کمپنیاں اپنی ریسرچ کے ذریعے ایسی دوائیں تیار کرتی ہیں جو سب سے زیادہ منافع دلواسکیں۔ میڈیکل ASSOCIATIONS اپنے نمائندوں کے ذریعے (ڈسٹری بیوٹرز) یہ دوائیں ڈاکٹر کے سامنے پیش کرتی ہیں بڑی بڑی OFFERS دی جاتی ہیں، کچھ TARGETS مقرر کردیے جاتے ہیں، بیرون ملک کے TOURS لگوادیے جاتے ہیں، گاڑیاں، پلاٹ وغیرہ کچھ مراعات جن کی خاطر مقدس پیشہ سے منسلک افراد ظالم بھیڑیے بن جاتے ہیں (سبھی ایسے نہ سہی، اکثریت ایسی ہی ہے) انہیں صرف پیسہ بنانے کی فکر ہوتی ہے یہی

وہ لوگ ہیں جو اپنے عیش و عشرت کی خاطر CANCER کا علاج نہیں ہونے دیتے۔

RESE جو کہ فارما سیوٹیکل کمپنیوں کے لیے تحقیق کا انتظام کرتے ہیں، باور کروانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ بیماری GENETIC ہے جس کے لیے مختلف قسم کی نئی نئی دوائیں ایجاد کی جاتی ہیں اور مریض کو یہ باور کروایا جاتا ہے کہ اس بیماری کی کئی اقسام ہیں جن کے لیے مختلف ادویات کی ضرورت ہے جو کہ وہ انسانیت کے بھلے کے لیے ریسرچ کرتے ہیں (مہنگی ہونے کی وجہ سے حکومت کی طرف سے فنڈز قائم کر دیے گئے جو دراصل عوام ہی کے خون پسینے کی کمائی سے جمع کیے گئے ہوتے ہیں) چونکہ روایتی طریقۂ علاج اس بیماری کا علاج کرنے سے قاصر ہے اس لیے انھیں اس قسم کی باتیں کرنی پڑتی ہیں کیونکہ یہ نہیں چاہتے کہ کوئی ان سے پوچھے کہ آخر 40 سالہ اس جنگ کا نتیجہ سامنے کیوں نہ آ سکا۔

Dr. Thomas N Sey Fried Phd امریکی ریسرچر ہے جو GENETICS اور BIOCHEMISTRY میں ماہر سمجھا جاتا ہے۔ اس نے خاص طور پر پیچیدہ بیماریوں کی GENETIC تبدیلیوں پر تحقیق کی ہے اس نے اپنی تحقیق سے یہ بات ثابت کی ہے کہ CANCER ہرگز GENETIC نہیں بلکہ METABOLIC ہے، اس نے اپنی تحقیقات 2012ء میں شائع کروائی ہیں، اس کی تحقیق کے مطابق CANCER کا علاج انتہائی آسان ہے صرف CANCER CELLS کو بھوکا مارنے کے لیے KETOGENIC DIET استعمال کروائی جائے اور SUGAR پیدا کرنے والی خوراک سے سختی سے پرہیز کروایا جائے تو مریض چند ماہ میں ہی بھلا چنگا ہوسکتا ہے کیونکہ CANCER CELLS اسی SUGAR پر پلتے ہیں، وہ نہ ملے تو وہ اپنی موت آپ مرجاتے ہیں۔ ایک مسلمان ڈاکٹر کے لیے لمحہ فکریہ ہے کیونکہ جوابدہی تو ہونی ہے کہ کیا حقیقتِ حال سے غافل رہ کر اور وسائل اور ذرائع کے ہوتے ہوئے اس مسئلے سے لاتعلقی اور مغرب کی اندھی تقلید کرتے ہوئے اس جرم میں شرکت یا خاموش تماشائی کا کردار اسے اس جوابدہی سے بچالے گا؟؟؟

بہت سے ڈاکٹرز نے اس بیماری کے علاج کے سلسلے میں پیش رفت کی اور آسان علاج کے طریقے دریافت کیے (جن کی تفصیلات انٹرنیٹ پر موجود ہیں) مگر اس

INDUSTRY سے وابستہ اداروں نے انھیں اپنا کام نہ کرنے دیا بلکہ بہت سوں کو جیل بھی کاٹنی پڑی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب تک ان بھیڑیوں کے ہاتھ میں اختیار کی باگیں رہیں گی انسانیت بھلائی سے محروم ہی رہے گی۔

حل صرف یہ ہے کہ ''اللہ سے ڈرنے والے کونوں کھدروں سے نکلیں اور نظام کار ہاتھ میں لیں۔ جس دن ان کی کھوئی ہوئی سطوت ان کو واپس ملے گی اسی دن انسانیت کی جان میں جان آئے گی۔ اِن شاء اللہ۔

کرپشن کنگز(kings)۔ بدمعاش اشرافیہ اور احتسابی عمل
(چور مچائے شور)

ابو فیصل محمّد منظور انور

اسلامیہ جمہوریہ پاکستان میں، جمہوریت کا دور ہو یا آمریت کا، اکثر حکمرانوں نے قوم وملّت کی فلاح و بہبود کے بجائے ذاتی مفاد کو ہی ترجیح دی ہے اور اپنی تجوریاں بھرنے میں اپنے پیشرو سے بازی لینے میں کبھی کوئی عار محسوس نہیں کیا۔ ملک وقوم کو گروی رکھ کر بھاری بھرکم قرضے لیے گئے جو ملکی ترقی کی بجائے حکمرانوں کی عیاشیوں پر صرف ہوتے رہے نتیجے میں ملک دیوالیہ ہونے کے قریب ہو چکا ہے۔ عوام میں بے چینی دن بدن بڑھ رہی ہے عوامی مسائل کے انبار اور معاشرہ میں عدم مساوات کے باعث، برداشت، ضبط وتحمل کا فقدان کسی خونی انقلاب کا پیش خیمہ نظر آرہا ہے۔ ذاتی مفادات کے اسیر نااہل حکمرانوں کی طرف سے نظریۂ ضرورت، میثاق جمہوریت، کبھی این آر او تو کبھی ہمیشہ اقتدار میں رہنے کی ضد نے ریاستی اداروں کو کمزور کر کے قوم کو منتشر کر دیا ہے۔ ناجائز دولت کو جائز قرار دینے کے لئے نیب حکام کو رشوت دے کر یا اس سے پلی بارگین کے ذریعے لوٹ شدہ مال کا معمولی حصہ دے کر صاف طور پر سزا سے بچ نکلنے کا نیا کلچر متعارف کرایا گیا۔ حکمرانوں نے اکثر ایک دوسرے کی کرپشن کو تحفظ دیا۔ بڑی بے رحمی سے منی لانڈرنگ کی گئی اور کھربوں روپے بیرون ممالک میں بھجوا کر کاروبار کئے گئے اور قیمتی جائیدادیں بنائی گئیں۔ بڑے بڑے پروجیکٹس کے نام پر غیر ملکی قرضے لے کر نظام مملکت چلانے والے کمیشن کھاتے رہے عوامی خزانے سے من پسند افراد کو نوازتے رہے۔ کیا طرفہ تماشہ ہے کہ پاکستان کی

بڑی سیاسی پارٹی P.P.P کی وراثت ہتھیانے والا اور مسٹر ٹین پرسنٹ کے لقب سے شہرت پانے والا ایک شخص پاکستان کی صدارت کے منصب تک جا پہنچتا ہے کرپشن میں شہرت یافتہ یہ نام نہاد لیڈر پاکستانی غریب عوام کے ساتھ نہ جانے اور کیا کچھ کر گزرے گا ایک رپورٹ کے مطابق (مسٹر زرداری) جو خود سرے محل سیکنڈل سمیت رشوت اور قومی خزانے کی لوٹ مار کے دیگر کئی مقدمات میں ملوث بتایا گیا تھا اور اس کے ساتھی جن کی ڈالروں سے بھری لانچیں سمندر سے غائب ہو جاتی ہیں اور اب دوبئی میں اربوں ڈالرز کی سرمایہ کاری کر کے دنیا کے امیر ترین افراد کی فہرست میں شامل ہیں یہ بدمعاش اشرافیہ اور خود کو بچانے کے لئے سردھڑ کی بازی لگا رہا ہے سرے محل کا قصہ تو پرانا ہے جس کے کئی کردار دنیا سے خالی ہاتھ رخصت ہوئے مگر زندہ رہنے والوں کی ہوس زر میں کمی نہ آئی اللہ کی پناہ (اسی گروہ کے صرف ایک شخص ڈاکٹر عاصم پر 479 ارب لوٹنے کا الزام ہے) کتنی شرمناک حرکت ہے کہ پانچ چھ ارب لوٹنے والے ملزم سندھی وڈیرے شرجیل میمن کو بیرون ملک سے واپس آنے پر سونے کا تاج پہنایا جاتا ہے۔ ایک سابق نیول چیف ایڈمرل منصور الحق (1997-1994ء) پر 300 ارب روپے لوٹنے کا الزام لگا بیرون ملک بھاگ گیا واپس آ کر لوٹ شدہ رقم کا صرف 25% دے کر پاک صاف ہو گیا اور بقیہ رقم ہڑپ کر کے پُرعیش زندگی گزار رہا ہے۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ طبقہ اشرافیہ کے ان نامی گرامی لٹیروں کی ہوس زر، ہوس اقتدار اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ میں کوئی فرق نہیں آیا اس بدمعاشیہ اشرافیہ کی اندرون و بیرون ممالک آنیاں جانیاں دیکھ کر لگتا ہے کہ شاید انھوں نے آئندہ دس نسلوں تک کے لئے اربوں کھربوں کا عیاشیوں کا سامان اکٹھا کر رکھا ہے جبکہ ملک کنگال ہو گیا ہے کرپشن کے نتیجے میں ملک کے 22 کروڑ بدقسمت عوام اب اربوں ڈالرز کے مقروض ہیں غریب عوام غیر ملکی قرضوں کے بوجھ تلے دب چکے ہیں اپوزیشن لیڈر سید خورشید شاہ کے مطابق ہر ایک پاکستانی تقریباً ایک لاکھ تیس ہزار روپوں سے زائد رقم کا مقروض ہے۔ عالمی سکنڈل پانامہ لیکس میں پاکستان کے 4 سو کے قریب افراد کے نام آئے ہیں جو مختلف ادوار میں ملک سے لوٹی گئی دولت چھپا کر باہر لے کر گئے تھے پتہ چلنے کے باوجود احتسابی ادارے نیب نے عرصے تک خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتے ہوئے ایک عرصے تک ان کے خلاف دائر کیس لٹکائے رکھے تاہم جب اعلیٰ عدلیہ اور ایک

حساس ادارے نے پاکستان کی غریب عوام کو لوٹنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا عندیہ ظاہر کیا تو ملک کی 22 کروڑ عوام نے اس اقدام پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اس کوشش کو سراہا اور اسے ایک قابل تحسین اقدام قرار دیا ہے۔ سندھ میں ڈاکٹر عاصم، عزیر بلوچ، شرجیل میمن، ایان علی (ماڈل گرل) اور مسٹر زرداری کے کئی اور فرنٹ مینز۔ جبکہ بلوچستان میں ایک صوبائی سیکرٹری کے خلاف کارروائی اگرچہ سست روی کا شکار نظر آرہی ہے مگر احتسابی عمل کے آغاز سے امید بندھی کہ اب بدمعاش عناصر سے لوٹی ہوئی ملکی دولت واپس ہو جائے گی۔ سوئیز بینکوں میں جمع اربوں ڈالرز کئی بے نام اکاؤنٹس اور پھر پاناما لیکس نے تو گزشتہ 32 سالوں سے ملکی اقتدار پر قابض شریف خاندان کو بھی بے نقاب کر دیا جس کی یورپ سمیت مشرق وسطیٰ کے ممالک سعودی عریبیہ دبئ اور قطر میں قیمتی جائیدادیں اور اربوں کے کاروبار ہیں اس سکینڈل کو دبانے اور اسے سرد خانے کی نذر کرنے کی جتنی کوششیں ہوئیں وہ سب ناکام ہو گئیں۔ ایک سال سے زائد عرصے کی مسلسل ٹال مٹول کی کوششوں کے باوجود اس معاملے کو بالآخر سپریم کورٹ نے J.I.T کے سپرد کر دیا جس نے تحقیقات کا کام مکمل کیا اب احتساب عدالت میں شریف خاندان کے خلاف عدالتی کارروائی کا آغاز کر دیا ہے منی لانڈرنگ کے الزامات اور بیرون ممالک خریدی گئی اربوں کی جائیدادوں کے مالی ثبوت نہ دینے پر وزیراعظم نواز شریف کو اعلیٰ عدلیہ کے معزز پانچ ججز نے نااہل قرار دے کر گھر بھیج دیا ہے نااہل نواز شریف کے دو بیٹے عدالتی مفرور اشتہاری ملزم ہو چکے ہیں کسی نئے آراو کی امید پر یہ خاندان ملکی وقار کو داؤ پر لگا رہا ہے کچھ عرصہ قبل شریف برادران کی سعودی عریبیہ میں سعودی شاہ اور شہزادوں سے ملاقاتیں کسی نئے گٹھ جوڑ کا پتہ دیتی ہیں۔ نااہل کا سمدھی حدیبیہ پیپر ملز کے مرکزی کردار اور وزیر خزانہ اسحاق ڈار ناجائز اثاثوں کا حساب دینے کی بجائے خود ساختہ مریض بن کر ہسپتال میں پڑا ہے۔ انتہائی افسوسناک امر یہ ہے ریاست پاکستان کے نئے کسٹوڈین وزیراعظم ہاؤس کی پوری حکومتی مشینری اور خاص طور پر دانیال عزیز، طلال چوہدری، نہال ہاشمی، سعد رفیق، مریم اورنگزیب، آصف کرمانی، رانا افضل اور دیگر حکومتی بھوپو جو تنخواہیں تو عوامی حکومتی خزانے سے لے رہے ہیں مگر دلالت کرپشن کیسز میں لتھڑے ان بڑے معاشی دہشت گرد ملزمان کی کرتے ہیں۔ چور مچائے شور کے مصداق اس مفاد پرست ٹولے نے کرپٹ مافیا کے

حق میں جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے لئے آسمان سر پر اٹھار کھا ہے بھاڑے کے ٹٹوؤں کو چھانگا مانگا طرز ماضی کی سیاست کی یاد ستا رہی ہے جس میں دل کھول کر ممبران کی ہارس ٹریڈنگ کی گئی تھی کرپشن مافیا کے سرغنہ کی 32 سال تک عوامی سرمائے سے گلچھرے اڑانے کی سیاست اب دم توڑ چکی ہے لگتا ہے ان میں ضمیر نام کی کوئی شئے موجود نہیں ہے پہلے یہ عناصر دن رات بڑی شدومد کے ساتھ پارلیمنٹ میں تحقیقات کے لئے ٹی او آر بنانے میں لیت ولعل سے کام لیتے رہے پھر JIT کی تشکیل پر رضا مند ہونے کے باوجود من مرضی کے فیصلے نہ آنے پر ان کے منصفانہ فیصلوں میں کیڑے نکالتے رہے اور ہر طریقے سے اس پر اثر انداز ہونے کی کوششوں میں مصروف رہے نااہل وزیر اعظم نے نا اہلی کے فیصلے کے بعد بھی نام نہاد پارلیمنٹ سے مرضی کے غیر آئینی غیر اخلاقی من پسند فیصلے کروائے جو پاکستانی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے جس سے دنیا بھر میں پاکستانی قوم کی جگ ہنسائی ہوئی۔ سیاست کے لئے تاحیات نااہل ہونے والا شخص اب بھی قومی نوعیت کے فیصلے کر رہا ہے وہ اور اس کے ساتھی تواتر کے ساتھ پاک فوج پر سازش کے الزام لگا رہے ہیں اور اب اعلیٰ عدالتوں کے معزز جج صاحبان کی کردار کشی کرنے میں مصروف ہیں حالات کی ستم ظریفی دیکھئے نااہل سابقہ وزیر اعظم عدلیہ کو ثبوت فراہم کرنے اور خود پر لگائے گئے الزامات کا جواب دینے اور اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کی بجائے ایک سیاسی جماعت کے سربراہ اور اعلیٰ عدلیہ کے معزز ججز کے خلاف اپنی کرپٹ ٹیم کے ہمراہ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ محاذ آرائی پر اتر آئے ہیں اس ٹولے کی ان حرکات سے ملک میں انارکی پھیلنے کے اندیشے ہیں کتنے افسوس کی بات ہے کہ ملکی سیاست پر قابض مافیا اس کے ساتھی بدمعاش ٹولہ اپنے خلاف فیصلے آنے پر پورے ملک کے نظام عدل کو تہہ و بالا کرنے نکلا ہے اور اب عدلیہ مخالف تحریک چلانے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہیں آئے دن عدلیہ کے معزز ججز اور حساس ادارے کے خلاف ہرزہ آرائی کرنے میں مصروف ہیں مگر چوروں کے ٹولے کو معلوم نہیں کہ اب حالات بدل چکے ہیں عوام میں کھوٹے کھرے کو پہچاننے کا شعور بیدار ہو چکا ہے مگر یہ عناصر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ عوام کو ایک بار پھر سے بے وقوف بنانا چاہتے ہیں مظلومی کی چادر اوڑھ کر ملک میں افراتفری پھیلا کر اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں نیب کے چیئرمین جناب جسٹس ریٹائر جاوید اقبال کے حالیہ

اقدامات کو پوری قوم ستائش کی نظروں سے دیکھ رہی ہے جس نے سابقہ چیئرمین کے برعکس آتے ہی قومی دولت لوٹنے والوں کے خلاف طبل جنگ بجا کر فوری احتسابی عمل شروع کرنے کا آغاز کر دیا ہے حال ہی میں ایگزیکٹیو بورڈ کے اجلاس میں 6 ریفرنس دائر کرنے 4 انکوائریاں کرنے اور 11 انویسٹی گیشنز کرنے کی باقاعدہ طور پر منظوری دی ہے جس میں ملزمان نواز شریف و شہباز شریف کے خلاف 2000ء میں رائے ونڈ تا ان کے گھر جاتی عمرہ تک دورویہ روڈ کی تعمیر پر 12.5 کروڑ روپے، نندی پور پاور پروجیکٹ کی تعمیر میں تاخیر پر 113 ارب روپے کا نقصان ہونے پر راجہ پرویز اشرف، ڈاکٹر بابر اعوان، مسعود چشتی، شاہد رفیع اور اعجاز بشیر کے خلاف انوسٹی گیشن کی منظوری دی ہے سینڈک میٹلز میں سابق وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کے خلاف محمد رازق کو خلاف قواعد تقرر کرنے اور خزانے کو 17.70 ملین روپے کے نقصان کرنے کے خلاف انوسٹی گیشن کی منظوری دی جبکہ پاکستان ٹوبیکو کمپنی کے صاحبزادہ خالد متروکہ وقف املاک کے 450 پلاٹوں کی بندر بانٹ پر آصف ہاشمی، سابق چیئرمین واپڈا طارق حمید، کے خلاف ریفرنس دائر کرنے۔ سندھ کے سیکرٹری نصر حیات سابق وزیر اعلیٰ بلوچستان محمد اسلم رئیسانی کے خلاف 1817 ملین روپے غبن کرنے کی تحقیقات کرنے ارباب عالمگیر خان اور ان کی اہلیہ عاصمہ ارباب پر ناجائز اثاثے بنانے سابق رکن اسمبلی سلطان محمود ہنجرا، ملک غلام حیدر تھند، ڈاکٹر ظفر اقبال سابق وی سی اردو یونیورسٹی، کسب بنک کے ناصر علی شاہ بخاری کے خلاف 103.50 ملین کی خرد برد اور این آئی سی ایل کے ایاز خان نیازی کے خلاف انکوائری کرنے کی بھی منظوری دی گئی ہے اب ایک سینئر بیوروکریٹ فواد حسن فواد اور کرکٹ کے بے تاج بادشاہ نجم سیٹھی اور کئی دیگر کرپٹ عناصر کا حساب کتاب بھی نیب نے کھولنا شروع کیا ہے اور یہ کرپٹ عناصر پوری طرح بے نقاب ہو کر جیل یاترا کریں گے بڑے مگرمچھوں کے بعد چھوٹی بڑی مچھلیوں کی باری آئے گی اور کرپشن کا مال واپس آئے گا اللہ کرے یہ مہم کامیابی سے ہمکنار ہو جائے قومی خزانے کو ہڑپ کرنے والوں سے لوٹ شدہ ملکی سرمایہ واپس لئے بغیر ملک کی تقدیر نہیں بدل سکتی۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے احتسابی عمل صرف سندھ تک محدود اور سست روی کا شکار نظر آ رہا تھا مگر اب اعلیٰ عدلیہ کے پاس دیگر بڑے مگرمچھوں کے کیس بھی آ چکے ہیں احتسابی عمل کو تیز تر کرنے اور ملک کے دوسرے صوبوں تک

پہنچانے کا عوامی مطالبہ پورا کیا جائے علی بابا اور چالیس چور سازشوں کے ذریعے احتسابی عمل رکوانے کے لئے کوشاں ہیں اس لئے اسے جلد از جلد منطقی انجام تک پہنچانے کی ضرورت ہے ابھی نہیں تو کبھی نہیں اگر اس موقع پر لٹیرے بچ گئے تو پاکستانی قوم کا بہت بڑا نقصان ہوگا۔ اللہ کرے ہم کسی نئے این آر او سے بچ جائیں وطن عزیز کے قیام سے لے کر آج تک گزشتہ 70 سالوں میں ہر با اثر شخصیت نے ملکی خزانے کو شیر مادر سمجھ کر دل کھول کر لوٹا ہے ملکی وسائل لوٹنے والے کرپشن کنگ یہ خون خوار درندے اور لٹیرے اب تو کرپشن مافیا کی شکل اختیار کر چکے ہیں اور مختلف طریقوں سے ملکی خزانے پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں منصفانہ، غیر جانبدارانہ احتساب نہ ہونے اور حکمرانوں کی ہوس اقتدار و مصلحت کوشی کی پالیسیوں اور احتسابی اداروں کے ذمہ داروں کو رشوت دینے کے باعث ہر دور میں یہ لٹیرے صاف طور پر بچ نکلتے رہے اور پھر پہلے سے زیادہ دیدہ دلیری کے ساتھ آج تک دوبارہ لوٹتے چلے آ رہے ہیں اب وقت آ گیا ہے کہ ہماری اعلیٰ عدلیہ ان کی بلیک میلنگ سے مت ڈرے اور انھی قانونی آہنی شکنجے میں جکڑ کر ملک اور قوم کو ان بدمعاش اشرافیہ سے نجات دلائے اللہ نہ کرے یہ عناصر اگر اپنے مذموم ارادوں میں کامیاب ہو گئے تو ملک میں انصاف اور قانون کا بہت بڑا نقصان ہوگا جس کی تلافی صدیوں تک نہ ہو سکے گی اس بدمعاش اشرافیہ کی جھوٹ فریب اور مکاری کی سیاست کا دور دفن ہو چکا ہے ان کی تمام تر سازشوں کے باوجود پاکستانی عوام کی غالب اکثریت پر امید ہیں کہ لوٹا ہوا قومی خزانہ واپس آئے گا اس طرح چوروں اور لٹیروں سے ملکی دولت واپس لینے کا آغاز ہو جائے گا۔

سیلفی کے نقصانات

بنتِ ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن

(بشکریہ ماہنامہ حیا کراچی، ستمبر 2017ء)

سیلفی یعنی اپنی تصویر خود لینے کا شوق آج کل عروج پر ہے، آج سے چند سال پہلے تک سیلفی کا لفظ ہی انگلش لغت میں موجود نہیں تھا۔ 2013ء میں اس لفظ کو نہ صرف ڈکشنری میں شامل کیا گیا بلکہ اس لفظ کو ایک اہم ترین لفظ سمجھا جانے لگا، سیلفی بنا کر سوشل میڈیا پر نشر کر کے پسند (LIKE) اور ناپسند (DISLIKE) کے تاثرات کا مطالبہ بھی کیا جاتا ہے، کم وقت میں زیادہ سے زیادہ شہرت پانے کے لئے مشہور شخصیات، بلند و بالا عمارات، آبشاروں بلکہ شیر اور مگرمچھ جیسے خونخوار جانوروں، شارک جیسی خطرناک مچھلیوں اور چلتی ٹرینوں کے سامنے سیلفی لینے کے شوق میں اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالنے والے لوگ بھی کافی تعداد میں دنیا کے اندر پائے جاتے ہیں، لیکن یاد رہے کہ بلا مصلحتِ شرعی کے جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں پیش کرنا گناہ اور حرام اور جہنم میں لے جانے کا سبب ہے۔

سیلفی کے نقصانات

سیلفی کے کیا فائدے ہیں؟ یہ تو اس کے شائقین سے ہی پوچھا جا سکتا ہے، ہوسکتا ہے وہ یادگار، حیران کن اور دلچسپ منظر کے حوالے سے سیلفی مفید قرار دینے کی بھرپور کوشش کریں لیکن مختلف صورتوں میں اس کے نقصانات کی فہرست سیلفی کے فوائد سے کہیں زیادہ طویل ہے، مثلاً سیلفی کا شوق پورا کرنے کے لئے وقت جیسی قیمتی چیز ضائع کرنی پڑتی ہے، اس میں مال بھی خرچ

ہوتا ہے، انسانی صحت کو نقصان بھی ہوتا ہے، خطرناک اور حیران کن سیلفیز کا شوق جان لیوا بھی ہوسکتا ہے تو سیلفی زون میں سیلفی بنانے پر قانون کی خلاف ورزی پر سزا بھی ہوسکتی ہے، بے ہودہ سیلفیز کی وجہ سے بے حیائی بھی پھیل سکتی ہے۔ بعض نادان لڑکیاں اپنی سیلفی سوشل میڈیا پر بھی ڈال دیتی ہیں پھر گندے ذہن کے لوگ جدید ٹیکنیک کے ذریعے ان تصاویر کی گندی ترکیب بنا کر اس کی عزت کو خاک میں ملا دیتے ہیں، سوشل میڈیا اور سیلفیز میں گم رہنے والے لوگ اکثر گھر کے افراد کو وقت دینے میں ناکام ہونے کی صورت میں بندوں کی حق تلفیوں کے گناہوں میں پڑنے کے ساتھ ساتھ گھر میں جھگڑوں کا باعث بھی بن سکتے ہیں۔

سیلفی ایک جان لیوا شوق

سیلفی کا شوق ایک جان لیوا شوق ہے کیونکہ سیلفیز لینے کے لئے حیران کن جگہ کا انتخاب کرنا، کئی کئی گھنٹے خرچ کر کے اس جگہ تک پہنچنا، پھر ان سیلفیز کو سوشل میڈیا پر عام کرنا اور اس کے بعد اس کا فیڈ بیک (FEEDBACK) چیک کرنا کہ کتنے لوگوں نے لائیک (LIKE) کیا ہے اور اس کو لائیک کرنے والے کون ہیں، ان تمام کاموں میں کافی وقت خرچ ہوتا ہے۔ یاد رکھیے کہ اوقات اور لمحات انمول ہیرے ہیں ان کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''دو نعمتیں ہیں جن میں لوگ بہت خسارے میں ہیں: ایک صحت اور دوسرا فراغت'' (بخاری)

غور کریں کہ ہم سیلفیز بنانے میں اپنا قیمتی سرمایہ یعنی وقت ضائع کر رہے ہیں کہ نہیں؟

غور کیجیے کہ ہر آنے والی صبح ڈبل بارہ گھنٹے ساتھ لاتی ہے، یوں امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، استاد ہو یا طالب علم (بشرط زندگی) اسے روزانہ دن رات کے 1440 منٹ کی دولت بغیر کسی محنت کے مل جاتی ہے، عیسوی سال کے حساب سے ان منٹوں کو جمع کیا جائے تو 365 دن میں پانچ لاکھ ستائیس ہزار چالیس منٹ یا آٹھ ہزار سات سو چونسٹھ گھنٹے بنتے ہیں، اس دولت کو انسان چاہے تو ضائع کر دے اور چاہے تو اس سے نفع یعنی فائدہ اٹھا لے۔ وقت وہ دولت ہے جو ذخیرہ (STORE) نہیں کی جاسکتی، آپ اس سے فائدہ نہ اٹھائیں تب بھی یہ گزر جاتا ہے جیسے برف کہ یہ استعمال نہ بھی ہو تب بھی پگھل کر ختم ہو جاتی ہے، اب دیانت داری سے بتائیے کہ جو وقت اچھے نیک کاموں میں گزار کر آخرت کی بھلائیوں کے حصول میں استعمال

ہوسکتا ہے اسے سیلفی اور دیگر فضولیات میں گزارنا خسارے کا باعث ہے یا نہیں؟

سیلفی کا شوق مفت میں پورا نہیں ہوتا بلکہ اچھے سے اچھا موبائل یا کیمرہ خریدا جاتا ہے، انٹرنیٹ کی فیس بھی جیب سے دی جاتی ہے، ہاتھ میں موبائل پکڑ کر سیلفی لینے کا دور بھی پرانا ہوا، اب تو سیلفی لینے کے لیے طرح طرح کے آلات منظر عام پر آرہے ہیں جو ظاہر ہے رقم ہی کے ذریعے خریدے جاتے ہیں۔

صحت کو نقصان پہنچانے والا شوق

اوہائیو یونیورسٹی کی شائع کردہ تحقیق کے مطابق سوشل میڈیا کے سینکڑوں شائقین کی جانچ کی گئی جس سے یہ بات منظر عام پر آئی کہ جو لوگ کافی زیادہ سیلفیز شائع کرتے ہیں ان میں نفسیاتی بیماری کے شبہات اور ذہنی امراض کے خدشات بھی زیادہ ہوتے ہیں، جبکہ لندن کے طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ اسمارٹ فون سے زیادہ سیلفیز لینا نہ صرف چہرے کی جلد کو متاثر کرتا ہے بلکہ اس سے چہرے پر جھریاں بھی پڑ جاتی ہیں۔ ماہرین کے مطابق اسمارٹ فون سے خارج ہونے والی روشنی اور الیکٹرونک میگنیٹک چہرے کی جلد کو نقصان دیتی ہے۔ اس سے بڑھاپے کی طرف سفر تیز ہو جاتا ہے اور اس کے علاوہ بھی کئی نقصان ہوتا ہے، اب غور کریں کہ اپنے آپ کو فضول میں ہی اتنے نقصان پہنچانا سراسر حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

سیلفیز کا شوق جان لیوا بھی ہوسکتا ہے، سیلفی کے شوقین افراد کی عوامی مقامات پر عجیب و غریب حرکات کرتے ہوئے اپنی اور دوسروں کی سلامتی کو خطرات میں ڈال دیتے ہیں جس کا نتیجہ ہسپتال کا بیڈ یا موت بستر ہوتا ہے سیلفی کے لئے سب سے زیادہ خطرناک مقام بلندی یا پانی ہے زیادہ تر سیلفیز سے اموات ہند میں ہوئیں اور دوسرے نمبر پر روس ہے جب کہ سیلفیز سے ہونے والی اموات کے اعتبار سے پاکستان دسویں نمبر پر ہے۔

سیلفی سے واقع ہونے والے چند خطرناک واقعات

خیبر پختونخواہ میں بیسیاں گاؤں کے قریب دریائے کنہار کے کنارے گیارہ سالہ لڑکی سیلفی لے رہی تھی کہ اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ دریا میں جا گری، ماں نے اپنی بیٹی کو بچانے

کے لئے دریا میں چھلانگ لگا دی تو وہ بھی پانی میں بہہ گئی ۔ماں بیٹی کو دیکھ کر بیٹی کا باپ بھی دریا میں ڈوب گیا وہ ان کو بچانے گیا تھا۔لڑکی کے ماں باپ کا تعلق صوبہ پنجاب سے تھا اور وہ دونوں ڈاکٹر تھے ان دونوں کی ایک نو سالہ بیٹی اور ایک سالہ بیٹا بھی ہے جو حادثے کے وقت وہاں موجود تھے۔

ہائے افسوس! سیلفی کے شوق نے زندہ رہ جانے والی بچی اور بچہ سے ان کی بڑی بہن اور ماں باپ کو چھین کر انہیں یتیم اور بے سہارا کر دیا۔

☆......☆......☆

دہلی کے ایک چڑیا گھر میں ایک نوجوان سیلفی بنانے کے لیے کوئی انوکھی جگہ تلاش کرتے کرتے سفید شیر کے پنجرے کے پاس جا پہنچا اور جیسے ہی سیلفی بنانے کے لیے تیار ہوا شیر نے اُسے دبوچ لیا اور وہ شخص موقع پر ہی ختم ہو گیا۔

☆......☆......☆

راولپنڈی میں 2015ء میں ایک نوجوان ریلوے ٹریک پر کھڑے ہو کر چلتی ٹرین کے ساتھ سیلفی لینے کی کوشش کر رہا تھا مگر بدقسمتی سے ٹرین سے ٹکرا جانے کی وجہ سے موقع پر ہی دم توڑ گیا۔

☆......☆......☆

مرکز الاولیاء (لاہور پاکستان) کا 22 سالہ نوجوان اپنے دوست کے ہمراہ سینے پر اصلی پستول رکھ کر سیلفی بنا رہا تھا کہ غلطی سے ٹریگر دَب گیا، اسے فوری طور پر قریبی ہسپتال پہنچایا گیا لیکن وہ راستے میں ہی جاں بحق ہو گیا۔

☆......☆......☆

روس کے شہر (سینٹ پیٹرز برگ) کے ریلوے پل کے بلند ترین مقام پر 17 سالہ لڑکی سیلفی بنانا چاہتی تھی کہ اسی کوشش کے دوران 1500 وولٹ کے دوڑتے کرنٹ کی تاروں سے ٹکرا گئی اور کرنٹ کے جھٹکے نے اسے پل سے 30 فٹ نیچے پھینک دیا جس سے وہ ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سو گئی۔

☆......☆......☆

ایک امریکی شخص کو سیلفی لینے کا سانپ کے ساتھ بہت شوق تھا، وہ جب سانپ کے

ساتھ سیلفی بنانے لگا تو سانپ نے موقع پا کر اس کے بازو میں ڈس لیا اور جھاڑیوں میں فرار ہو گیا، سانپ کے زہر نے تیزی سے اپنا اثر دکھایا امریکی کے منہ سے جھاگ نکلنے لگا اور وہ درد کی شدت سے بری طرح تڑپنے لگا، اسے طبی امداد دینے کے لئے قریبی ہسپتال لے جایا گیا جہاں زہر کے خاتمے کے لئے خصوصی تریاق یعنی (زہر اتارا) دیا گیا اور کئی ایک انجکشن لگانے پڑے، صحت یابی کے بعد جب امریکی کو ہسپتال کے انتظامیہ کی جانب سے بل دکھایا گیا تو اس کی آنکھیں ایک بار پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کیونکہ سیلفی کے اس خطرناک شوق نے ہسپتال کا بل ایک لاکھ ڈالر تقریباً (ایک کروڑ روپے) پاکستانی کرنسی کے حساب سے دینا پڑا۔ اس امریکی کے پاس ایک سال سے زائد عرصہ سے ایک اور سانپ موجود تھا لیکن اس مذکورہ واقعے کی وجہ سے وہ اس قدر خوفزدہ ہوا کہ اسے بھی جنگل میں لے جا کر آزاد کر دیا۔

محترم قارئین! یہ تو چند ایک واقعات ہیں جو میں نے آپ کے سامنے گوش گزار کئے ہیں اس طرح کے کئی واقعات ہمیں ملتے ہیں اور سن کر ہی ہمارے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن ان عقل کے اندھوں کو نظر نہیں آتا کہ ہم ذرا سی کوتاہی میں اپنی قیمتی چیز یعنی جان کو اپنے ہی ہاتھوں سے گنوا بیٹھتے ہیں لیکن خدارا اگر کل محشر کے دن ربّ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے تو اس خطرناک حرکت سے خود کو جتنا ہو سکے بچانے کی کوشش کریں۔

☆......☆......☆

سفرِ حج اور عمرہ کے دوران بھی سیلفی کے شائقین اپنا شوق پورا کرتے پائے جاتے ہیں۔ انہیں جہاں کوئی منظر اچھا لگتا ہے فوراً سیلفی بناتے ہیں اور سوشل میڈیا کے ذریعے اس کی تشہیر کر دیتے ہیں، کئی ایک مقامات یعنی حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت، سعی اور طواف کے دوران بھی سیلفیز بنائی جاتی ہیں جس سے طواف اور سعی کرنے والوں کی روانی میں مشکل ہو جاتی ہے، لوگ ایک دوسرے پر گر پڑتے ہیں یا پھر سیلفی لیتے ہوئے ٹکرا جاتے ہیں جس سے انہیں پریشانی ہوتی ہے، ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''تم میں سے کامل مسلمان وہ شخص ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں'' تو جب عمرہ اور حج کرنے والوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے تو اس حدیث کو سامنے رکھ کر ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہم کامل مسلمان نہیں

ہیں اور خود سیلفیز بنانے والوں کا ذوقِ عبادت بھی متاثر ہوتا ہے، سنہری جالیوں کے پاس مواجہہ شریف کے سامنے حاضری کے وقت بھی سیلفیز بنانے والے پائے جاتے ہیں جو اس مقصد یعنی سیلفیز لینے کے لئے مواجہہ شریف کی طرف بعض اوقات پیٹھ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے (استغفر اللہ) بجائے اس کے کہ آپ علیہ السلام کو درود اور سلام کی ڈالیاں پیش کی جائیں اور ثواب حاصل کیا جائے، لیکن ایسے لوگ اتنے قیمتی لمحات کی بھی فکر نہیں کرتے اور سیلفیز لیتے رہتے ہیں اور یاد رکھئے کہ ایک عام سی جگہ پر بھی تصویر نہیں بنانی چاہیے کیونکہ تصویر بنانا ناجائز اور ایک شیطانی عمل ہے اور اتنے مقدس مقام پر بھلا تصویر لینا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ یہ تو سراسر بے وقوفی ہے۔ اے کاش! کہ ہمارا یہ ذہن بن جائے کہ سفرِ حرمین شریفین، اس جیسے فضول کاموں کے لئے نہیں ہے بلکہ ثواب کمانے کے لیے ہوتا ہے۔

پہلے دعا کی درخواست کرتے تھے لیکن اب سیلفی کی فرمائش

آج کا دور اتنا جدید ہے کہ جب کوئی مذہبی شخصیت مثلاً پیر صاحب یا مفتی صاحب وغیرہ کسی کے گھر تشریف لے جاتے یا راستے میں کہیں مل جاتے تو عموماً ان سے کوئی نصیحت کی بات سنی جاتی تھی یا پھر ان سے نیک دعاؤں کے لیے التجا کی جاتی تھی۔ لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ اگر کوئی مشہور مذہبی شخصیت کہیں نظر آجائے تو بجائے دعاؤں کی درخواست کرنے کے یہ کوشش ہوتی ہے کہ ان کے ساتھ ایک عدد سیلفی ضرور لی جائے۔

دور حاضر کے لیے ایک لمحہ فکریہ

آج کے مسلمان کو اس بات کی ضرورت ہے کہ فضول کاموں کے کرنے سے بچ جائے، جتنا وقت سیلفیز لینے میں خرچ کیا جاتا ہے اتنا وقت کسی اور نیک کام میں لگا کر اپنے وقت کو قیمتی بنانے کی بھرپور کوشش کریں اور ثواب کے امیدوار بنیں۔

آپ نے کبھی سیلفی لیتے وقت غور کیا ہے کہ آدمی جب سیلفی لینے لگتا ہے تو وہ اپنا منہ اس طرح ٹیڑھا کر لیتا ہے کہ اُف خدا کی پناہ! اگر حقیقت میں کسی کا منہ اللہ نہ کرے ٹیڑھا ہو تو وہ اللہ سے (نعوذ باللہ) گلے شکوے کرنے لگ جاتا ہے کہ اے اللہ تو نے میرا منہ ہی ایسے ٹیڑھا بنانا

تھا اور اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا مشاہدہ ہے کہ جو کوئی آدمی زیادہ سیلفیاں لیتا ہے اس کا منہ ہی سلیفیاں لے لے کر ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔آپ علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ ’’آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ہر بے مقصد اور فضول کاموں کو چھوڑ دے۔‘‘

آخر میں میری اللہ ربّ العزت سے دعا ہے کہ ہمیں فضول کاموں کو چھوڑنے والوں میں سے بنائے اور ہمارا وقت جو ہمارا قیمتی سرمایہ ہے اسے ضائع کرنے والا نہ بنائے اور تمام اُمت کے مسلمانوں کو اس فضول کام سے نفرت دلائے تا کہ ہم روزِ محشر اللہ کو منہ دکھانے کے قابل رہ جائیں۔(آمین)

قارئین کرام کو اگر میری کوئی بات بری لگی ہو تو میں معذرت خواہ ہوں مجھے معاف کر دیجیے گا۔

انداز بیاں اگرچہ پُر شوق نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

☆......☆......☆

روئیداد

اردو تحریک عالمی کی محافلِ شعر و ادب

(نومبر، دسمبر)

رپورٹ مرسلہ: جناب فیاض عادل فاروقی، لندن

تلخیص: حافظ مختار احمد گوندل

اختلافِ اَلسنہ کا شمار آیات الٰہیہ میں ہوتا ہے اور یہ بھی آیت الٰہی ہے کہ ہر نبی کو وہی زبان عطاء ہوئی جس قوم کی طرف اللہ نے اسے مبعوث فرمایا تا کہ اسی زبان میں انہیں تعلیم دے جو ان کی زبان ہے۔ تا کہ احکام الٰہیہ کو وہ سمجھ سکیں۔ یہی اس نبی کی صداقت کی علامت تھی۔ یعنی تمام زبانیں دراصل قدرت کی طرف سے ودیعت ہیں اور کسی زبان کو کسی دوسری زبان پر کوئی فضیلت نہیں سوائے عربی کے کہ وہ خاتم الانبیاء ﷺ کی زبان ہے، قرآن کی زبان ہے اور اہل جنت کی زبان ہے۔ جس قوم کی طرف کوئی نبی مبعوث ہوا اور پھر اسی زبان میں صحائف بھی نازل ہوئے، تو وہ زبان اس قوم کے لیے متبرک ٹھہری۔ لیکن نوع انساں کے باہمی ابلاغ اور رابطوں کے لیے جو زبان زیادہ آسان اور مفید رہی اسی کی ترویج ہوئی۔ اور یہ ارتقائی عمل صدیوں سے جاری ہے اور جاری رہے گا۔ اقوام عالم میں آج بھی اپنی اپنی زبانوں کے لئے بھرپور کاوشیں جاری ہیں۔ اگرچہ عددی برتری کا دعوی شاید کسی کو ہو لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ع سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے۔ اہل مغرب جو کبھی ہمیں انگریزی زبان و ادب برعظیم میں پڑھانے آیا کرتے تھے، آج انہی کی گود میں وہی اردو زبان و ادب پرورش پا رہا ہے۔ جس کی آبیاری وارفتگان اردو زبان و ادب جناب فیاض عادلؔ فاروقی صاحب اور ان کے احباب کر رہے ہیں۔ یعنی ع پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے میں۔ آنے والا دور اب اردو کا دور ہوگا۔ جو ذخیرہ ہے لسانی لطافتوں، ادبی محاوروں کا، اور انتخاب ہے اقوام عالم کی زبانوں کا۔ (ادارہ)

'اردو تحریک عالمی' کی ماہانہ ادبی نشستیں سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز کی پال ویبلے بلڈنگ کے سینیٹ ہاؤس میں منعقد ہوئیں۔ ماہ نومبر کی صدارت کا اعزاز جناب فیاض عادلؔ فاروقی صاحب کو پیش کیا گیا، مہمانِ خصوصی اول جناب کامران رعد صاحب تھے اور نقابت کے فرائض جناب ثروت اقبال نے انجام دیے۔ آغاز تلاوتِ وترجمہ کلامِ پاک سے ہوا۔ شرکاء نے خفتگانِ خاک اہلِ قلم حضرات جناب مشکور حسین یادؔ، اکبرؔ حیدر آبادی، ریاستؔ عباس رضوی اور رئیشؔ مراد آبادی کی ادبی خدمات کو سراہا اور ان کے لواحقین سے اظہارِ تعزیت کیا۔

پہلے نثری حصے کا آغاز محترمہ عابدہ لال شیخ کے مضمون سے ہوا جس میں انہوں نے شاعرِ مشرق علامہ اقبالؔ کو خراجِ عقیدت اور جناب سلمان سعود نے کلامِ اقبالؔ مترنم آواز میں پیش کیا۔ اردو تحریک عالمی کی سربراہ محترمہ قمر مرتضیٰ قریشی نے بزرگ شاعر جناب نصیر احمد بٹ ناصرؔ کے اعزاز میں خصوصی نشست منعقد کرنے کی تجویز پیش کی جس کو تمام شرکاء نے شرفِ قبولیت بخشا۔ تمام شعراء واہلِ قلم سے درخواست کی گئی کہ اپنی ادبی تحریریں اور نمونہ ہائے کلام بروقت فراہم کریں تاکہ ان کے تعارف میں آسانی رہے۔ شعری حصے کا آغاز سید ابصار احمد کے باغ و بہار کلام سے ہوا۔ ارشاد احمد خان شادؔ کوکائی نے ہجرت کے مضمون اور محترمہ عابدہ شیخ نے علامہ اقبالؔ کی نظم 'مسجدِ قرطبہ' سے متاثر ہوکر لکھی گئی اپنی نظم پیش کر کے داد پائی۔ جناب محمود علی محمود نے باترنم اور جناب نصیر احمد بٹ ناصرؔ نے حالاتِ حاضرہ کی تصویرکشی پر مبنی اپنی تازہ غزلیں سنائیں۔ فرحانہ غزالی نے اپنا کلام اور کامران زبیر کامیؔ نے جناب ڈاکٹر آفتاب مضطرؔ کے مشہور مصرعے پر مبنی اپنی تازہ غزل پیش کی۔

'مَیں ڈوب رہا ہوں ابھی ڈوبا تو نہیں ہوں' — اک درد مرے ساتھ ہے، تنہا تو نہیں ہوں
سب جور و جفا سہتا ہوں، ہارا تو نہیں ہوں — دیتا رہا خود کو یہ خیالوں میں تسلی

نوجوان شاعر سعید احمد شانؔ کانپوری نے اپنا تازہ کلام سنایا۔ ڈاکٹر صفدر سعیدؔ نے بھی مشہور مصرعے 'جس دیئے میں جان ہوگی وہ دیا رہ جائے گا' پر گرہ لگاتے ہوئے چند اشعار پڑھے

مل تو جائیں گے مگر کچھ فاصلہ رہ جائے گا — یہ زباں کا زخم ہے آخر ہرا رہ جائے گا

ڈاکٹر رحیم اللہ شادؔ نے اپنے مجموعۂ 'کلامِ عرفاں' میں سے چند اشعار پیش کئے۔ صدرِ اردو تحریک عالمی محترمہ قمر مرتضیٰ قریشی نے حب الوطنی اور دردِ امت سے معمور اپنا تازہ کلام سنایا۔ اسلام چینل

پر'بزمِ سخن' کے میزبان جناب سہیل ضرار خلش کی خوبصورت غزل کا ایک شعر

دیکھ اس مروت نے کیا سے کیا بنا ڈالا — تجھ کو سنگ اور مجھ کو آئینہ بنا ڈالا

جنابِ شکیب مرزا نے اپنے پرجوش کلام کے ذریعے پیروئ اقبال کی تلقین کی

ملت کو پھر وہ دیدہ ور اقبالؔ چاہیئے — وہ چارہ ساز و چارہ گر اقبالؔ چاہیئے

پروفیسر عقیل دانش کی غزل کا یہ شعر لائق توجہ ہے

سر قلم جو راہِ حق میں ہو قلم ہو جائے گا — ہر در و دیوار پر اُگ آئیں گے سر، دیکھنا

پاکستان سے تشریف لائی ہوئی مہمانِ خصوصی دوم ریحانہ روحیؔ کا کلام

جس رات تم چلے گئے، وہ رات عمر بھر رہی — گزری نہ عمر بھر وہ رات، دنیا گزار دی گئی

مہمانِ خصوصی اول جناب کامران رعدؔ کی پہچان اپنی مشہور نظم 'اقبال سے شکوہ و جوابِ شکوہ' سنائی۔ صدرِ محفل جناب محمد فیاض عادلؔ فاروقی کی پہچان اپنے دیوان 'اشکِ گل' کے اشعار

میرے سخن کی بس یہ سعادت ہے دوستو — وقفِ بیانِ عدل و صداقت ہے دوستو

میرا کلام خلقِ خدا کی پکار ہے — میرا قلم خدا کی امانت ہے دوستو

اردو تحریک عالمی کی ماہانہ ادبی نشست (دسمبر)

اردو تحریک عالمی کی نئی انتظامیہ کے تحت ماہانہ ادبی نشست سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز کی پال ویبلے بلڈنگ کے سینیٹ ہاؤس میں منعقد ہوئی جس کی صدارت کا اعزاز جنابِ شکیب مرزا کو، مہمانِ خصوصی کا اعزاز چودھری محبوب احمد محبوب کو دیا گیا اور نقابت کے فرائض جناب فیاض عادلؔ فاروقی صاحب نے سرانجام دیے۔ اہلِ قلم نے اپنی نگارشات پیش کیں۔ آغاز جناب عادلؔ فاروقی صاحب کی تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ مشہور کالم نویس جناب ثروت اقبال نے علامہ اقبالؔ کے شکوہ پر سوشل میڈیا میں ٹیپ شدہ ان کی آواز کے بارے میں بتایا کہ یہ ان کی نہیں کیونکہ ان کے کلام کی کبھی کوئی آڈیو ٹیپ تیار ہی نہیں ہوئی۔ 1911ء میں 'شکوہ' پڑھنے کے بعد مسجد وزیر خان کے امام مولوی امداد علی صاحب نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا جو 'جوابِ شکوہ' کے آنے پر واپس لے لیا گیا۔

محترمہ عابدہ لال شیخ نے 'دتہ چودھری' کے عنوان سے ایک افسانہ پیش کیا جس کا

مرکزی کردار ضمیر کی آواز پرخوف زدگی کا شکار اسی کنویں میں مرتا ہے جس میں آبروریزی کے بعد بشیراں کو پھینک کر موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ ضرب الامثال اور تشبیہات سے مرصع یہ افسانہ بہت پسند کیا گیا اور مصنفہ کے ذہنِ رسا کو بہت داد دی گئی۔

تیسرا مبسوط مقالہ مہمانِ خصوصی چودھری محبوب احمد محبوبؔ صاحب کا تھا جو پنجابی زبان کی تاریخ پر تھا اور پنجابی میں ہی پیش کیا گیا۔ پنجابی زبان سنسکرت سے پیدا ہوئی جسے آریا لوگ چار ہزار سال پہلے ہندوستان میں لائے۔ پہلے موجود زبانیں سنسکرت سے مختلف تھیں۔ پنجابی زبان دیگر علاقائی اور بین الاقوامی زبانوں کے الفاظ کو بہت خوبصورتی سے اپنے اندر سمو کر ترقی کی منازل طے کر رہی ہے۔ پنجابی کے قابلِ ذکر لہجے سرائیکی، پوٹھوہاری، ہندکو، ماجھا، مالوہ، دوآبہ، ٹھیٹھ پنجابی وغیرہ ہیں۔ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کے لئے صوفیائے کرام نے پنجابی جیسی خوبصورت زبان کو استعمال کیا۔ جتنی وسعت پنجابی زبان میں ہے اتنی وسعت کسی اور زبان میں نہیں۔ 37 سے زیادہ اصنافِ سخن ہیں۔ یہ تحقیقی مقالہ بہت سراہا گیا۔

آخری نثری تحریر نقیب بزم جناب عادلؔ فاروقی کا مختصر مضمون 'صلیبی ادب' تھا جس میں صاحبِ مضمون نے اردو ادب میں صلیبی استعاروں کے بکثرت استعمال پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ صلیب اور دیگر المناک قتل پہلے زمانے میں طاقتور قوموں میں مروّج تھے اور آج اس سے بھی زیادہ بھیانک آلاتِ دہشت دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کے ہاتھوں میں ہیں۔ تاہم یہود و نصاریٰ کے صلیبی عقیدہ کے برعکس مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے انہیںؑ مصلوب ہونے سے بچا لیا۔ قرآن مجید میں صلیب دیے جانے کی نفی اور انہیں اللہ کی طرف اٹھائے جانے کا اثبات ہے۔ سورۃ النساء کی آیات 157-158 کے ساتھ ساتھ کثیر احادیث اس عقیدے پر دلالت کرتی ہیں۔ اگرچہ زبان و ادب کسی عقیدے سے وابستہ نہیں ہوتے تاہم اہلِ ادب کا کوئی نہ کوئی مذہب اور عقیدہ ضرور ہوتا ہے۔ چاہے وہ لامذہبیت ہی کیوں نہ ہو۔ عقائدِ اسلامی میں رفع آسمانی اور نزول مسیح شامل ہے لہذا یہ استعارہ استعمال نہ کیا جائے۔ پروگرام کے منظوم حصے کا آغاز جناب عادلؔ فاروقی صاحب کی حمدِ باری تعالیٰ سے ہوا:

رب کی آیات ہیں جہانوں میں   ہیں وہ 'آفاق' میں کہ 'جانوں' میں

ہے مودت بھی آیتِ رحمت مرد و عورت میں، خاندانوں میں

اردو تحریک عالمی کی صدر محترمہ قمر مرتضیٰ قریشی کا اپنا طرحی کلام

زندگی اک دوڑ بھی ہے، سب ہیں اس میں دوڑتے

جو بھی اس میں سست ہوگا، وہ کھڑا رہ جائے گا

اردو کی مایہ ناز اور عالمی شہرت کی حامل شاعرہ گلزیب زیبؔا کا نعتیہ کلام

بھیجیں جو درود انؐ پر، محسوس یہ ہوتا ہے جنت میں کسی پھل کا ہم پیڑ لگاتے ہیں

نوجوان شاعر آفتاب احمد کا نعتیہ کلام

لب پر نامِ محمدؐ پیارا، کل بھی تھا اور آج بھی ہے میرے نبیؐ کا رتبہ اعلیٰ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے

ارشاد خان شاؔد کو کائی

یوں دین دھرم کے ناموں پر ہر روز پٹاخے پھٹتے ہیں

اسے عقل و فکر پہ مت تولو یہ سوچ بہت ہی پرانی ہے

ڈاکٹر رحیم اللہ شاؔد صاحب

اس نقشۂ عالم کو ذرا غور سے دیکھو انسان ہی انساں کو بنا دیتا ہے شیطان

کئی کتابوں کے مصنف اور صاحبِ طرز نوجوان شاعر جناب کامران رعؔد صاحب

عجب طریق پہ ہے آج شاعری کی بنا کہ واہ واہ ہے بر رند، ہائے ہائے شیخ

مہمانِ خصوصی چودھری محبوب احمد محبوؔب کے پنجابی کلام کا ایک نمونہ

توں انسان بننا سوکھا سمجھیا اے بڑی مشکلاں نال انسان بنڑدا

صدرِ محفل جناب شکیب مرزا نے اس کامیاب پروگرام کے انعقاد پر اظہارِ تشکر کے ساتھ اپنا کلام سنایا

حقیقت اپنی مَیں پہچانتا ہوں مَیں مشتِ خاک ہوں، یہ جانتا ہوں

اردو تحریک عالمی کے تمام کارکنان خصوصاً صدر محترمہ قمر مرتضیٰ قریشی، ہیکنی کے سابق میئر شیخ شجاع، میاں اسلم زاہد، آفتاب احمد اور نفیس خان کی رضا کارانہ خدمات پر خراجِ تحسین کے ساتھ اس محفل کا اختتام ہوا۔

مکتبہ قرآن اکیڈمی کی مطبوعات پر

پر

اہل علم کے تاثرات

فکرِ اقبال کی روشنی میں
اُمتِ مسلمہ کے مستقبل کی تشکیل نو
میں اہل قلم کا رول

عبدالرشید ارشد۔ جوہر آباد

آپ کا ارسال کردہ کتابچہ ''امت مسلمہ کے مستقبل کی تشکیل نو میں اہل قلم کا رول'' موصول ہوا تو محترم انجینئر مختار فاروقی صاحب کی مستقبل کے حوالے سے تعمیری فکر پر بے ساختہ تحسین اور درازیٔ عمر کی دعا نکلی۔ گردوپیش مادّی ضروریات میں گھرے معاشرے میں ایسی سوچ کے حاملین کی تعداد انتہائی قلیل ہے۔ علم وادب کے نام پر بے علمی و بے ادبی کے شاہکار ہر موڑ پر مل جاتے ہیں۔ عنقا ہے تو یہی جنس ہے۔

محترم فاروقی صاحب نے بات کا آغاز بانی پاکستان قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ ذیل فکرانگیز فرمان سے کیا ہے:

> ''یاد رکھو! دنیا کی تمام مشکلات کا حل اسلامی حکومت کے قیام میں ہے۔ اسی مقصد کی خاطر میں لندن کی پرسکون زندگی چھوڑ کر عظیم مفکر علامہ اقبال کے تصور کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر ہندوستان آ گیا ہوں۔ ان شاء اللہ ایک ایسی فلاحی اور مثالی مملکت قائم ہوگی جس کی بنیاد لا اِلٰہ اِلا اللہ پر ہوگی اور دنیا اس کی تقلید پر مجبور ہو جائے گی۔''
>
> (نئی دہلی میں انٹرویو 26 نومبر 1946ء)

آج 70 سال گزار چکے ہیں مگر فکرِ اقبال اور سعیٔ قائد دُور دُور تک عملاً دیکھنے کو نہیں ملتی۔

ان کے نام پر سیاسی پارٹیاں بنتی رہی ہیں، ٹوٹ پھوٹ کا شکار دیکھی جاتی رہی ہیں اور آج کا المیہ بھی یہی ٹوٹ پھوٹ اور دینی وسیاسی بصیرت کا فقدان قوم کا مقدر ہے۔ باز وکٹوا کر بھی کچھ نہ سیکھا۔ کتابچے کا انتساب ہر باشعور کو راہ منزل سے آگاہ کر رہا ہے بشرطیکہ قاری اسے قلب وذہن میں اتار لے:

''ان مسلمان خواتین وحضرات کی سعید روحوں کے نام جنھوں نے ایک صدی میں:

☆ احیائے اسلام اور احیائے خلافت کی کوششوں میں مال اور وقت، گھر بار کی قربانی دی، مصائب جھیلے۔

☆ جو آج اسی مقصد کے لیے خدا بیزار اور خدا شناس، انسان دشمن اور اخلاق دشمن قوتوں سے نبرد آزما ہیں۔

☆ جو آئندہ بھی اس سنگلاخ راستے پر نکل کھڑے ہونے کا فیصلہ کرلیں گے۔''

آج کا المیہ یہ ہے کہ سیاستدان ہوں یا دینی جماعتیں ہر ایک دوسرے کو نوچ رہا ہے۔ شعورِ انسانیت اور شعورِ ملک وملت پس پشت ڈالتے مفادات کی جنگ میں قائد کے نصب العین سے قطعیت کے ساتھ غافل ہیں مگر عقل وشعور اور حب الوطنی کے دعویدار بھی ہیں حالانکہ ان کے یہ دعوے کونے میں شرمسار کھڑے ہیں۔

محترم فاروقی صاحب نے اس مختصر کتابچے میں اہل دین و دانش کو جھنجھوڑتے ہوئے عزم وہمت کا درس دیا ہے۔ موجودہ طبقاتی تقسیم کا فکر انگیز تجزیہ کرتے محبّ وطن عناصر کو کمر ہمت باندھنے پر اُکسایا ہے اور مغرب کے اخلاقی زوال کے اسباب وعلل کا تجزیہ قاری کے سامنے رکھا ہے جو درس عبرت ہے محبانِ وطن کے لیے۔ عقلیت پسندی کا بخار بھی کہیں نہ کہیں پر پرزے نکالتا ہے اس کے نتائج بد سے مدلل انداز میں قاری کے سامنے رکھا ہے یہ درسِ عبرت ہے۔

مختصر کتابچے میں تہذیب مغرب کی بنیادوں کا تفصیلی جائزہ قاری کے سامنے رکھتے اس کے لیے نظریاتی اور فکری مدلل غذا فراہم کی ہے، الحمدللہ۔ انتہائی اہم اور دور جدید کا سلگتا موضوع ''انسانیت کا مستقبل بعد از امریکہ'' سارے کتابچے میں مستقبل کے حوالے سے فکر انگیز ہے جسے 6 نکات میں قاری کے سامنے رکھا گیا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ چند سطور میں اس پر اظہار خیال

عنوان کا حق ادا نہیں کرتا۔ یہ تنہائی مکمل سنجیدگی اور یک سوئی سے پڑھنے اور قلوب و اذہان میں بٹھاتے، راہ منزل کی اصلاح کا نسخہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فاروقی صاحب کو صحت وسلامتی کے ساتھ اس مشن کو جاری رکھنے کی سعادت سے نوازے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

ڈاکٹر ابصار احمد صدر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

آپ کا کتابچہ ''امت مسلمہ کے مستقبل کی تشکیل نو'' موصول ہوا۔ یہ قیمتی تحریر ارسال کرنے کا شکریہ۔ یقیناً اس کی طباعت بڑی شاندار ہے اور ظاہر ہو رہا ہے کہ اہتمام سے شائع کیا گیا ہے۔ اس قابل قدر تحریر کو میں نے مطالعہ کا ذوق رکھنے والے اہل علم اور علامہ اقبال سے فکری لگاؤ رکھنے والوں کو دیا ہے، سب نے اس فکر کو سراہا ہے اور آپ کے نقطۂ نظر کی حمایت کی ہے۔

یہ بات زیادہ اچھی ہوتی کہ اگر اس کی ضخامت کو ذرا بڑھا دیا جاتا۔ کیونکہ جو اس میں مواد ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس میں قدرے تفصیل ہوتی ۔اختصار آپ کے مجموعی مزاج کے برخلاف ہے بہرحال بنیادی فکر کو مکمل طور پر بیان کر دیا ہے خاص طور پر اشعار کا انتخاب بہت اعلیٰ ہے۔

جو فکر آپ نے اس کتابچہ میں بیان کیا ہے یہی بات عزیزم رشید ارشد نے تنظیم کے سالانہ اجتماع میں فلسفیانہ انداز میں کہی تھی۔ لیکن آپ نے اسی بات کو فکر اقبال کی روشنی میں کہا ہے علامہ اقبال کے حوالے سے آپ کا دیگر علمی کام بھی اہمیت رکھتا ہے۔ ان شاءاللہ مستقبل میں آپ کے علمی کام کی اہمیت سامنے ضرور آئے گی۔ ماضی میں علامہ اقبال کے بارے جو سیمینار آپ کے ہاں ہوتے رہے وہ بھی قابل تحسین ہیں۔

مجھے خوشی ہوئی ہے کہ اہل قلم کو آپ نے اسلام کے اِحیاء کی دعوت دی ہے۔ فی الواقع جہاد بالقلم کی اہمیت ہے اور قلم کار ہی اس کام کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔ لیکن کچھ سالوں سے الیکٹرونک میڈیا اور شوشل میڈیا کی اہمیت وضرورت بھی محسوس کی جا رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ صحافت کا ہی ایک گوشہ ہے، لیکن نئی جنریشن پوری طرح اس میں داخل ہو چکی ہیں۔ اس کی دلچسپی اس ذریعہ ابلاغ میں زیادہ ہے۔ یقیناً آپ پر مجھ سے زیادہ اس کی اہمیت وافادیت واضح ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مواد بڑی عرق ریزی سے آپ نے تیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا دے۔ واقعہ یہ ہے کہ امریکہ کا امت مسلمہ کے حوالے سے حالیہ ایام میں جو

کردار سامنے آیا ہے اس میں اس تحریر کی مانگ بڑھ گئی ہے۔

رضی الدین سیّد۔ کراچی

آپ کے ارسال کردہ کتابچے موصول ہوئے۔ پیش کردہ آپ کی فکر بالکل درست ہے۔ قوموں کی تشکیل اور صورت گری عمومی طور پر ادیبوں اور مصنفوں ہی کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوتی ہے۔ انہی کا قلم عوام وخواص کے ذہنوں کو مستقبل کی راہ دکھاتا اور ڈھالتا ہے۔ صحیح یا غلط!۔ بے شمار مصنّفین ہیں جن کی تحقیق وکتب نے معاشرے پر حد درجہ اثرات مرتب کئے ہیں خواہ وہ اسلامی دنیا کے ہوں یا غیر اسلامی دنیا کے! اہل قلم کے بغیر کوئی معاشرہ کیسے تشکیل پا سکتا ہے؟ کیونکہ مفکرین و مصنّفین ہی قوم کے نباض ہوتے ہیں۔ بے شک وہ شاعر ہو، مزاحیہ نگار ہو، ڈرامہ نویس ہو، محقق ہو، یا مؤرخ!۔ کوئی بھی معاشرہ ان سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ آپ کا یہ تجزیہ بالکل درست ہے۔ علامہ اقبال کے فکر کی روشنی ہی میں امت کی تشکیل نو ہوسکتی ہے۔ کسی بھی قوم نے جب مذہب سے رشتہ توڑا ہے تو قلم کی حرمت بھی اس کی زد میں آئی ہے اور بامعنی تحریروں کی بجائے لایعنی، اباحیت ونراجیت کا رنگ اختیار کرگئی ہے۔ مذہب سے بیگانگی کے بعد نہ صرف تحریر، بلکہ ہر شعبۂ زندگی اس سے متأثر ہوتا ہے۔ معاملات ومسائل کے حل کے لئے ان گمراہ ادیبوں اور شعراء کی جانب سے جو اقدامات بھی پیش کئے جاتے ہیں سب کے سب مزید خرابیوں کو جنم دینے کا باعث بنتے ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ پاکستان کے اہل قلم بھی دین ومذہب سے لاتعلقی اختیار کرکے لامذہبیت اور فحاشی کی راہ پر چل پڑے ہیں۔ اخلاقیات وخدا ترسی انہیں راس ہی نہیں آتے۔ چنانچہ جو مواد بھی ان کے قلم سے سامنے آنا شروع ہوا، وہ معاشرے ونسل کو تباہی کو جانب ہی لے جانے والا ثابت ہوا۔ بے شمار شعرا میں سے ایک دو کے علاوہ باقی تمام کے ذہنوں پر عموماً 'عورت' اور دنیا ہی سوار ہے راہ راست کی بجائے انہوں کج روی کا راستہ ہی دکھایا ہے۔

ملک کے اہل قلم کو آپ کی جانب سے دینی وقومی فکری فریضے کی جانب متوجہ کرنا نہ صرف نیک کام ہے بلکہ وقت کا تقاضا بھی ہے۔ اگر اہل قلم اپنی ذمے داری پوری نہ کریں تو خدانخواستہ ملک کو مزید زوال بھی آسکتا ہے اور نئی نسل اپنے دینی وملّی فریضے سے لاعلم رہ کر خود اور اپنے وطن دونوں کو نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔ جیسا کہ وہ کر ہی رہی ہے۔

آپ کی آواز مکے اور مدینے! تاہم میرا خیال ہے کہ جو نیک نفس اہل قلم ہیں وہ اپنی ذمے داریاں پہلے ہی ادا کر رہے ہیں۔ البتہ حکومتی ایوانوں اور ذرائع ابلاغ میں ان کی رسائی بہت کم ہے۔ دوسرا اہم پہلو جس سے ہم سب واقف ہیں، یہ ہے کہ عوام وخواص دونوں میں مطالعہ کا رجحان بھی افسوس ناک طور پر کم ہے چنانچہ یہ دونوں پہلوں خاصے تشویش ناک ہیں۔ اللہ کرے کہ آگے کوئی صورت احوال بہتر نمودار ہوا۔!

ڈاکٹر طالب حسین سیال اسلام آباد

آپ کا خط ملا اور اس کے ساتھ ہی کتابچہ بعنوان ''فکر اقبال کی روشنی میں امت مسلمہ کے مستقبل کی تشکیل نو میں اہل قلم کا رول'' کی پانچ کاپیاں بھی موصول ہوئیں۔ بہت شکریہ۔ میں نے چار کاپیاں چار اہل قلم حضرات میں تقسیم کر دی ہیں۔

جناب انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب کو ان کی اس وقیع اور حسین کاوش پر مبارک باد پیش کرتا ہوں انہوں نے دور حاضر میں امت مسلمہ کو درپیش تحدیات کی صحیح نشان دہی کی ہے۔ اسلامی تعلیمات اور فکر اقبال کی روشنی میں ان مسائل کے حل کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے چند تاریخی حقائق کا موجودہ عالمی تناظر میں فکر انگیز تجزیہ بھی پیش کیا ہے۔ انہوں نے قوموں کی تعمیر و ترقی میں سائنسی ایجادات کی اثر آفرینیوں کا خوب جائزہ لیا ہے ان کا یہ کہنا درست ہے کہ انگریز برطانیہ میں بیٹھ کر پوری دنیا میں حکومت کرتے رہے اس میں تار برقی کا بنیادی عمل دخل تھا۔ جدید تحقیق نے یہ بھی حقیقت سامنے لائی ہے کہ 1857ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کی فوقیت اور کامیابی کی وجہ صرف جدید اسلحہ اور کامیاب منصوبہ بندی ہی نہیں تھی بلکہ تار برقی کی ایجاد اور اس کے استفادہ نے فیصلہ کن کردار ادا کیا تھا۔

اس کتابچہ میں ذیلی عنوانات کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ہر باشعور انسان کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ زبان وبیان کی خوبیوں نے مقالے کو پرکشش اور سلیس اور پُر اثر بنا دیا ہے۔ اختصار اس کی اہم ترین خوبی ہے۔ بہت سے حقائق اور نہایت اہم معلومات کو معروضی تجزیے کے ساتھ چند اوراق پر سمیٹ دیا ہے۔ ع متاع بے بہا ہے درد وسوز آرزومندی

تقدیم میں دوتین اہم سوالات اٹھائے گئے ہیں جن کو میں نے انڈرلین کیا ہے

1۔ کیا ملت اسلامیہ کی پھر سے شیرازہ بندی ممکن ہے؟ ......تاکہ اقوام عالم کی امامت کے فرائض سرانجام دے سکے۔

2۔ کیا ملت اسلامیہ کی وحدت کے خواب کو حقیقت میں بدلا جاسکتا ہے؟

3۔ وہ کونسے عوامل ہیں جو کرۂ ارض پر بسنے والے انسانوں میں بعض کو ملت اسلامیہ یا امت مسلم کا نام اور تشخص عطا کرتے ہیں۔

آج عملاً قومی مسلم ریاستیں قائم میں اور ہر ایک اپنے سیاسی اور معاشی مفادات کی اساس پر عملاً اس نعرے پر کاربند ہے کہ ''سب سے پہلے میرا ملک'' ہم سمجھیں یا نہ سمجھیں لیکن پوری غیر مسلم دنیا ہمیں ایک ملت ایک وحدت سمجھتی ہے۔ افسوس ہم ایک وحدت نہیں ہیں اگر وحدت کامل نہ سہی کم ازکم مسلم ملک کی بقول اقبال ایک دولت مشترکہ تو قائم ہوجاتی۔ اقوامِ عالم کی امامت کے فرائض؟ کیا ہم اس قابل ہیں تو ایک خوش فہمی ہے۔ ہم سائنس وٹیکنالوجی اور معاشی ترقی میں بہت پسماندہ ہیں ہم اپنا اپنا ملک سنبھال نہیں سکتے عالمی سطح پر کیا قرداراداکر سکتے ہیں۔

آخر میں ایک بات یہ ہے کہ پاکستان میں اخلاقی بحران شدید ہے ہمارے معاشرے کو اسلامی اخلاقیات کی اشد ضرورت ہیں آپ کے مکتبہ کے افراد میں دردِ دل بھی ہے اور زورِ قلم بھی۔ آپ مکارم اخلاق پر قلم اٹھائیں۔ حسن خلق صبر وشکر، تحمل وبردباری، احسان، عفو و درگزر، پڑوسیوں کے حقوق، اچھی شہریت کے اوصاف، ماحولیات کی اہمیت سے آگاہ کرنے اور ان پر عمل کرانے کے لیے قوم کو MOTIVATION کی ضرورت ہے۔

'حکمت بالغہ' کا خصوصی شمارہ (نومبر 2017ء)
بادشاہ، پرنس اور ارب پتی یا درویش حکمران

عبدالرزاق۔ لاہور

آپ کی بطور صدر انجمن خدام القرآن جھنگ اور مدیر ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ خدمت اسلام کی پیہم محنت اور کوشش کو سلام پیش کرتا ہوں کہ آپ امت مسلمہ کے فہیم اور تعلیم یافتہ طبقہ کو

اسلام کی عظمت اور اس پر عمل پیرا ہونے کی اپنے ماہنامہ کے ذریعے مسلسل کوشش جاری رکھے ہوئے ہیں۔ آپ نے حکمت بالغہ کے کئی خصوصی ایڈیشن بھی شائع کیے ہیں جن میں انسانی زندگی کے مختلف مسائل اور پہلوؤں کو اسلام کے پس منظر میں واضح کیا ہے۔

محترم فاروقی صاحب معلوم ہوتا ہے کہ آپ موجودہ دور کے مسلم و غیر مسلم حکمرانوں کی بددیانتی و کرپشن جو پانامہ لیکس وغیرہ کے ذریعے دنیا کے سامنے آئی، کے پس منظر میں لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ حکمران طبقہ کو کن خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے۔ اس کے لئے آپ نے بڑی عرق ریزی سے تاریخ سے مسلم و غیر مسلم حکمرانوں کا تقابل پیش کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ کس طرح ربّ کائنات کے محاسبے سے عاری حکمران کس کس طریقے سے نہ صرف عوام کا استحصال کرتے رہے ہیں بلکہ ان کو بھیڑ بکریاں سمجھتے ہوئے ان کو بہیمانہ طریقہ سے جان سے مار ڈالنا بھی اپنا حق سمجھتے رہے ہیں۔ اس کے لیے آپ نے تاریخ سے اصحاب الاخدود یونانی حکمران اور منگول حکمرانوں کے طرز عمل کو واضح کیا ہے جو لاکھوں انسانوں کے قاتل بھی تھے اور پورے پورے ملکوں کو اپنی جاگیر اور ملکیت سمجھتے تھے۔ ان حکمرانوں کے مقابلے میں تاریخ ایسے درویش حکمرانوں کا بھی پتہ دیتی ہے جو وسیع و عریض مملکتوں کے حکمران ہونے کے باوجود ربّ کائنات کے محاسبے کا خوف دل میں رکھتے ہوئے نہ صرف ملکی خزانوں کو امانت و دیانت کے اعلیٰ ترین معیار کے مطابق عوامی فلاح و بہبود پر خرچ کرتے تھے بلکہ اپنی رعایا کی جان، مال، عزت و آبرو اور تمام بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت کے ذمہ دار بھی سمجھتے تھے اور عدل و انصاف پر مبنی نظامِ حیات کو بروئے کار لانے میں قوت صرف کرتے تھے تاریخ نے ایسے حکمرانوں کے تذکرے کو محفوظ رکھا ہے ان میں سر فہرست تو سیّد المرسلین حضرت محمد ﷺ ہیں ان کے علاوہ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلمان علیہ السلام، حضرت ذوالقرنین، حضرت ابوبکر، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان، حضرت علی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہم، حضرت عمر بن عبدالعزیز، سلطان صلاح الدین ایوبی، نور الدین زنگی، التمش اور اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہم اور افغانستان میں طالبان حکمران ملا عمر شامل ہیں۔

آپ نے آج کے حکمرانوں کے سامنے ان ہی مثالی حکمرانوں کو بطور نمونہ پیش کیا ہے تاکہ وہ بھی حکمران ہوتے ہوئے اپنے اپنے ملکوں کی رعایا کے خادم بن کر زندگی بسر کریں اور ملکی

خزانے کولوٹنے کی بجائے عوام کی فلاح و بہبود پر استعمال کریں اور خود درویشانہ زندگی گزاریں۔ اسی صورت میں ان کے وزراء اور عوام ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امانت و دیانت کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر سادہ اور پروقار زندگی گزاریں گے۔

آپ نے انسانی ذہن کے تراشیدہ حقوقِ انسانی کے چارٹر میگنا کارٹا وغیرہ اور خطبہ حجتہ الودع کا تفصیلی ذکر کرکے اوران کا موازنہ کر کے ثابت کیا ہے کہ خطبہ حجتہ الوداع میں رحمت للعالمین حضرت محمد ﷺ نے انسانی حقوق کے حوالے سے جو تفصیلی چارٹر پیش کیا ہے وہ دنیا کے کسی بھی چارٹر سے بدر جہا بہتر اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے قابل عمل اور باعث فلاح وکامیابی ہے، اگر موجودہ حکمران اس چارٹر کو سامنے رکھیں تو آج معاشرے میں وہ برکات اور امن وامان قائم ہوسکتا ہے جو خلافت راشدہ کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

گزاش ہے کہ خطبہ حجتہ الوداع کو مع مختصر تفصیل کے وسیع پیانے پر پمفلٹ کی صورت میں پھیلایا جائے تو آج کے دور کا تقاضا ہے۔ انسانیت آج ان اصولوں پر مبنی قائم معاشرے کی تلاش میں ہے۔

آخر میں آپ کی اس وقیع کاوش پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور بہت سی ایسی قیمتی دستاویزات حکمت بالغہ کے خصوصی شماروں کی صورت میں پیش کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ دعاؤں کی درخواست کے ساتھ اجازت۔

پروفیسر محمد الیاس اعظمی۔قصور

آپ کے ملّی جذبوں کا کتابی پیکر 'حکمت بالغہ' کا خصوصی شمارہ ''بادشاہ، پرنس اور ارب پتی یا درویش حکمران'' اپنی تمام تر صوری و معنوی رعنائیوں سے مرقع ہو کر نظر نواز ہوا۔ اس علم نوازی، فکر پروری پر صمیم قلب سے آپ کی پاکیزہ دریا دلی پر کلماتِ تحسین وتشکر پیش کرتا ہوں۔

باب:2 ''عمرانیات کا ارتقا اور فکر انسانی کا حاصل'' کے عنوان سے چند صفحات میں تاریخ انسانی کو چند قلمی لہروں کی صورت نتائج فکر کے لعل و جواہر قاری کی جھولی میں ڈالنے کی کوشش جہاں آپ کی اعجاز نویسی کی بین دلیل ہے، وہاں ایک پختہ اور بالغ نظر تجزیہ کار ہونے کا منہ بولتا ثبوت بھی ہیں۔

باب.3 ''آسمانی ہدایت'' اپنے اندر فکرونظر کے ایسے متعدد پہلو رکھتا ہے کہ اگر انسان دیدۂ بینا کے ساتھ قرآن وسنت اور احوال انبیاء سلام اللہ علیہم اجمعین میں غوطہ زن ہو کر ان کا مطالعہ کرے تو خود اسے نوربصیرت حاصل ہوسکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ رسل عظام کا اسوہ مبارک تمام طبقات انسانی سے تعلق رکھنے والے افراد کی اجتماعی وانفرادی کو اپنے خالق ومالک، حاکم حقیقی اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق گزارنے کے لیے ایک عملی نمونہ اور معیار کا حامل ہے۔

باب. 4 تقابل ادیان سے شفقت رکھنے والے طلباء علم کے لیے ایک مفید معلوماتی حقائق پر مشتمل ہے تو باب 9 اپنے عنوان کے اعتبار سے قرآنی تعلیمات کے مختصرترین خلاصہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

غرض یہ کہ آپ کی یہ علمی وفکری، نظریاتی، تحقیق اور تاریخی کاوش پر میں ایک طالب علم کے طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ بقول ذوق ؏ گلہائے رنگارنگ سے ہے زینت چمن

آپ نے موضوعات کا محض ڈھیر نہیں لگایا بلکہ موضوع زیر بحث پر متنوع پہلوؤں پر سلسلہ مضامین کو کمال فنکاری کے ساتھ ایک فکری ونظریاتی گلدستہ بنا دیا ہے اور اہل ذوق کے لیے ''فکر فاروقی'' کے گلشن کے گل ہائے رنگ وبو سے اپنے افکار کو مہکارنے پر مجبور کر دیا ہے۔

میں اس امر پر بھی آپ کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہو کہ آپ نے ایک انتہائی موضوع پر اپنے نظریات کو مقالات کا پیرھن پہنا کر کتابی صورت میں محفوظ کر کے ان سے نہ صرف استفادہ آسان کر دیا ہے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے عملی وفکری سرمایہ محفوظ کر دیا ہے ہر عالم اور محقق کے علم وتحقیق سے لازم نہیں کہ ہر پڑھنے والا سو فیصد اتفاق کرے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ ذات کریمہ کے علاوہ ہر کسی کی بات میں غور وفکر کی بہت سی جہتیں ہوتی ہیں جن سے ان کو دیکھا اور پرکھا جاسکتا ہے اس لیے اس قلمی کاوش میں بھی بعض ایسے پہلو موجود ہیں جن سے اتفاق ممکن نہیں ہے بالخصوص باب 10 کے بعض مندرجات سے فکری وسیاسی اتفاق مشکل ہے۔

بہرکیف مجموعی طور پر یہ علمی کاوش لائق تحسین اور قابل توجہ ہے۔ اہل علم کو ان خیالات و نظریات کو مرکز نگاہ بنانا چاہیے۔ آپ کی زودنگاری اور اختصار نویسی بھی قابل داد ہے۔

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، لاہور

پاکستان کا قیام اسلام کے نام پر عمل میں آیا۔ جدوجہد آزادی کے دوران اسلام کا تذکرہ صرف ایک نعرے یا محض وقتی سیاسی موقف کے طور پر نہیں کیا گیا بلکہ جدوجہد آزادی کی قیادت شعوری طور پر اسلام کو مسلمانانِ ہند کے نظام حیات اور جدوجہد آزادی کے مقصود کے طور پر لے کر چل رہی تھی۔ اس کی شہادت جدوجہد آزادی کے قائدین کے بیانات، تقاریر اور اس دور کی دستاویزات سے بہت واضح طور پر ملتی ہے۔ لیکن المیہ یہ ہوا کہ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد یہاں بتدریج ایسے حالات پیدا ہوئے کہ یہ ملک اپنے بنیادی مقاصد سے دور ہوتا چلا گیا۔ پاکستان کے قیام کا مقصد اسلام کے نظام کو عملاً نافذ کرنا تھا اور یہ صرف نظریہ نہیں بلکہ ایک عملی ایجنڈا تھا۔ اس عملی ایجنڈے کو غیر ضروری نظریاتی مباحث میں الجھا کر قوم کو فکری انتشار میں مبتلا کر دیا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اعلیٰ تر انسانی مقاصد لے کر وجود میں آنے والا ملک معمولی مادی ضروریات کو ہی اپنی قومی زندگی کا ایجنڈا بنا کر اپنے قومی لائحۂ عمل کو طے کرنے لگا۔ اس کے نتائج بد اب تاریخ کا حصہ ہیں۔ لیکن اس پورے المیے کا سب سے دردناک پہلو پاکستانی معاشرے کا وقت گزرنے کے ساتھ زوال کا شکار ہونا اور بنیادی انسانی اقدار سے محروم ہوتے چلا جانا ہے۔ اگر صرف معاصر حالات کو ہی دیکھ لیں تو پاکستانی معاشرے پر ظلم، جبر اور اشرافیہ کے ماورا احتساب ہونے کی جو فضا مسلط ہے اس کی پاکستان کے قیام کے مقاصد یا اسلام کی تعلیمات سے کوئی مناسبت نہیں۔

حکمت بالغہ صرف ایک ماہنامہ نہیں بلکہ یہ جریدہ اور اس کی ٹیم اور وہ ادارہ جو حکمت بالغہ کی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے ایک جدوجہد مسلسل کا نام ہے۔ گو حکمت بالغہ کا ہر شمارہ ہی بیداری فکر کا غیر معمولی سامان لیے ہوتا ہے مگر نومبر 2017 کا شمارہ بطور خاص ایک حوالے کی کتاب اور ایک راہنمائی کی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ ملکی سطح پر نظام کس طرح درست ہو؟ اگر اس سوال کا جواب ایک جملے میں تلاش کرنا چاہیں تو وہ یہ ہے کہ جب تک اس ملک کو اہل، دیانت دار، دردمند، قومی حمیت اور ملّی غیرت کی حامل قیادت میسر نہیں آتی اس ملک کا نظام اور حالات نہیں سدھر سکتے۔ یہ قیادت کیسے میسر آئے اور اس قیادت کے راستے میں رکاوٹیں کیا ہیں؟ فکری سطح پر اس کا بہت مناسب اور جامع تجزیہ حکمت بالغہ کے اس شمارے میں کیا گیا ہے۔ بتایا گیا ہے

کہ وطن عزیز ہی نہیں دنیا کے مسائل کا حل کسی بادشاہ، پرنس یا ارب پتی حکمران کے ہاتھ میں زمام اقدار دینے میں نہیں بلکہ درویش حکمران کو معاملات سونپنے میں ہے۔ جس کے کردار کی بنیادی خصوصیت علامہ اقبال کے بقول یہ ہے کہ وہ قومی مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح دیتا ہو۔ فکر انسانی کی عمرانی تاریخ، اس کے تضادات اور اس پر آسمانی ہدایت کی فوقیت اور برتری کو تاریخی شہادتوں کے ساتھ اس شمارے میں بیان کیا گیا ہے۔ شمارے کا بڑا حصہ قرآن مجید کے نظام ہدایت ہونے اور تاریخ انسانی میں خطبہ حجۃ الوداع کی اہمیت کو بیان کرنے کے لیے مختص ہوا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خطبہ حجۃ الوداع بہت مختصر دستاویز ہونے کے باوجود حقوقِ انسانی کے بین الاقوامی، عالمگیر اور ابدی چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی بنیادی روح ''آدمیت احترام آدمی'' ہے۔ اگر دستاویزی اور آئینی زبان میں خطبہ حجۃ الوداع کا تجزیہ کیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ آرٹیکلز پر مشتمل یہ خطبہ، جس کا پہلا آرٹیکل حقوق اللہ اور آخری آرٹیکل حقوق رسالت کو بیان کرتا ہے، حقوقِ انسانی کے بیان پر مشتمل ہے اور حقوق انسانی بھی وہ جو تمام حقوق انسانی کی اُمّ یا اصل ہیں ان کو اس خطبے میں نہ صرف جامعیت بلکہ تنفیذی ضمانت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ امت مسلمہ کی نشأۃ ثانیہ کا راز صرف اسی بنیادی تعلیم کی طرف لوٹنے میں ہے۔ جدید دور کے مفکرین میں جس کی اوّلین اور مؤثر آواز علامہ محمد اقبال ہیں۔ اسی پیغام کو فکری اور عملی سطح پر اختیار کرنے کے بعد ہم موجودہ مسائل کی بندگلی اور اندھیروں سے نکل کر اس شاہراہ پر گامزن ہو سکتے ہیں جو بانیانِ پاکستان کی بتائی ہوئی منزل کی طرف جاتی ہے۔

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصار دین میں ہو
ملک و دولت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر

اے طائر لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

علامہ اقبال

سانحۂ قصور

بنیادی حقائق جن کی طرف کسی کی توجہ نہیں

پروفیسر ڈاکٹر محمد امین

سانحہ قصور کی ہر کوئی مذمت کر رہا ہے جو اچھی بات ہے کہ یہ واقعہ ہے ہی قابل مذمت اور اس طرح کی صورت حال کو کسی مسلم معاشرے میں برداشت نہیں کیا جا سکتا اور نہیں کیا جانا چاہیے۔ لیکن مذمت کے آگے بھی کچھ انتہائی ضروری باتیں سوچنے کی ہیں جن کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا۔ ہر کوئی اس واقعے کی مذمت کر رہا ہے لیکن یہ کوئی نہیں سوچ رہا کہ یہ واقعہ کیوں رونما ہوا اور اس طرح کے واقعات پاکستانی معاشرے میں کثرت سے کیوں رونما ہونے لگے ہیں؟

اوّل: ہماری رائے میں اس کے اسباب یہ ہیں:

1۔ اس کا بڑا ذمہ دار الیکٹرونک اور شوشل میڈیا ہے جس نے عریانی، فحاشی اور بے راہ روی پھیلانے کی حد کر دی ہے۔ ہمارے ٹی وی چینلز اس کے ذمہ دار ہیں۔ نوجوان کثرت سے سوشل میڈیا پر ننگی فلمیں دیکھتے ہیں لیکن اس کے تدارک کی کسی کو فکر نہیں۔

2۔ مغرب زدہ تعلیم نے نسل نو کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ پہلے مخلوط تعلیم اور انگریزی زبان (اور انگریزی کلچر) کا راج یونیورسٹیوں تک محدود تھا، اب وہ سکول لیول تک پہنچ گیا ہے۔

3۔ معاشرے میں مغربی اقدار کو فروغ حاصل ہو رہا ہے اور اسلامی اقدار پیچھے دھکیل دی گئی ہیں۔

4۔ یہ صورتحال نہ اچانک پیدا ہوئی ہے اور نہ خود بخود پیدا ہو گئی ہے بلکہ اس کے پیدا کرنے والے اور پاکستان میں لبرل ازم اور سیکولرازم پھیلانے والے ہمارے حکمران ہیں، عدلیہ ہے، فوج ہے، بیوروکریسی ہے۔ یہ سب مغرب زدہ ہیں، مغرب (خصوصاً امریکہ) سے مرعوب ہیں، اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور جو امریکہ چاہتا ہے وہ ان سے کراتا ہے اور یہ خوشی سے کرتے ہیں بلکہ ان میں مسابقت ہے کہ کون بڑھ چڑھ کر امریکی غلامی کرتا ہے۔

5۔ اس کے ذمہ دار ہمارے دانشور، صحافی اور پروفیسر تو ہیں ہی ہمارے علماء کرام بھی اس صورت حال کے ذمہ دار ہیں جنہیں اس بدترین صورت حال کی اصلاح کی کوئی فکر نہیں اور وہ دوسرے بہت سے غیر اہم

کاموں میں مصروف ہیں مثلاً مسلک پرستی، فرقہ واریت، غیر مناسب تعلیم، غیر مثمر سیاسی جدوجہد وغیرہ۔
6۔ اس کے ذمہ دار معاشرے کے سارے دین دار لوگ ہیں بلکہ اس کا ذمہ دار سارا معاشرہ ہیں جو اس صورت حال کو، ظلم وستم کو اور بے دینی کے طوفان کو بے حسی سے برداشت کرتا رہتا ہے اور اس کے خلاف اٹھ کھڑا نہیں ہوتا اور ان کی مزاحمت نہیں کرتا۔

دوم: زینب کے روح فرسا قتل پر قصور شہر میں اور دوسرے شہروں میں جو عوامی ردّعمل سامنے آیا اور احتجاج ہوا وہ اسلامی لحاظ سے بہت حوصلہ افزا ہے۔ اس میں ہمارے سیکولر، لبرل اور مغرب زدہ سیاستدانوں، عدلیہ، فوج، بیوروکریسی، میڈیا اور ان سب لوگوں کے لیے جو مغرب کے فکری غلام ہیں اور پاکستانی معاشرے میں مغربی اصول واقدار پھیلانا چاہیے ہیں، یہ سبق ہے کہ وہ اپنے رویے سے باز آجائیں۔ یہ قوم کبھی اور کسی حال میں مغربی فکر وتہذیب کو قبول نہیں کرے گی اور اسے اسلامی اصول واقدار سے منحرف کرنا اور دور کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے لہٰذا وہ اپنی فکر وعمل سے باز آجائیں۔

سوم: اس میں سبق ہے دینی قوتوں کے لیے۔ وہ سوچیں کہ عوام آج بھی اسلامی اصول واقدار کو چاہتے ہیں۔ دینی قوتوں میں اگر فراست ہوتی تو وہ اس واقعہ کو پاکستان میں اسلام پر عمل کی اور بے دینی کے خلاف جدوجہد کی تحریک بنادیتے اور یہ آج بھی ممکن ہے لیکن وہ بصیرت، اِتحاد اور قوتِ عمل سے محروم ہیں۔ کچھ کو پارلیمنٹ میں چند نشستوں اور چند وزارتوں کی فکر ہے (یہ سوچے بغیر کہ اگر انہیں یہ چند نشستیں اور چند وزارتیں مل بھی گئیں تو اس کا اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ ہوگا؟) اور کچھ لوگ اپنے اپنے مسلک اور فرقے کے مدرسے اور مسجدیں چلا رہے ہیں۔ وہ اپنی اس فرقہ واریت پر خوش اور مطمئن ہیں کہ انہوں نے کچھ طالب علموں اور کچھ مقتدیوں کے لیے نیکی کا ایک جزیرہ بنا رکھا ہے وہ کیوں نہیں سوچتے بلکہ انہیں کیوں نظر نہیں آتا کہ مغربیت کا سیلاب سب کچھ بہائے لیے چلا جارہا ہے اور قرائن سے واضح ہے کہ ان کی مسلکی نیکیوں کے اس جزیرے کو بھی وہ جلد بہالے جائے گا۔ کاش وہ اپنی مسلک پرستی سے نکلیں، دین اور شریعت پر متحد ہوجائیں۔ وہ موجودہ واقعے کو ایک تحریک بنادیں اور اس دوران ان کا تھنک ٹینک خاموشی سے پیچھے بیٹھ کر پلاننگ کرے کہ کس طرح تدریج سے عوام کو اسلام پر عمل کی کال دی جائے اور مغربی فکر وتہذیب کی الحاد اور بے دینی اور اس کی علمبردار قوتوں کے غلبے سے جان چھڑائی جائے...... تاکہ لوگ دین پر عمل کرنے لگیں، معاشرے کی اصلاح ہوجائے اور ریاست بھی دینی تقاضوں پر عمل پیرا ہوجائے۔

کاش ہماری اسٹیبلشمنٹ، ہمارے دانشور اور ہمارے علماء کرام ان گزارشات پر غور کریں اور عمل کریں۔ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

قرآن اکیڈمی جھنگ

کے زیراہتمام ایک کتابچہ

فکراقبال کی روشنی میں

اُمت مسلمہ کے مستقبل کی تشکیل نو

میں اہل قلم کا رول

پرنٹ ہوکر ملک کے اصحابِ علم وفضل اور اہل علم واہل قلم

حضرات تک پہنچایا گیا ہے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے

ان شاء اللہ

22 اپریل 2018ء بروز اتوار، بوقت 10:30 بجے دن

قرآن آڈیٹوریم جھنگ

میں اس موضوع پر اہم سیمینار منعقد کیا جائے گا

جس میں ملک بھر سے اہل علم اور اہل قلم شرکت کریں گے

جن حضرات کو یہ کتابچہ برائے تبصرہ ارسال کیا گیا

ہے اگر ان مقتدر حضرات کے تبصرے موصول ہو گئے

تو وہ تبصرے سیمینار میں پڑھ کر سنائے جائیں گے۔

انجینئر مختار فاروقی قرآن اکیڈمی جھنگ